رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹

رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا مشہور و معروف اخبار جس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا ایک بازو قرار دیا۔

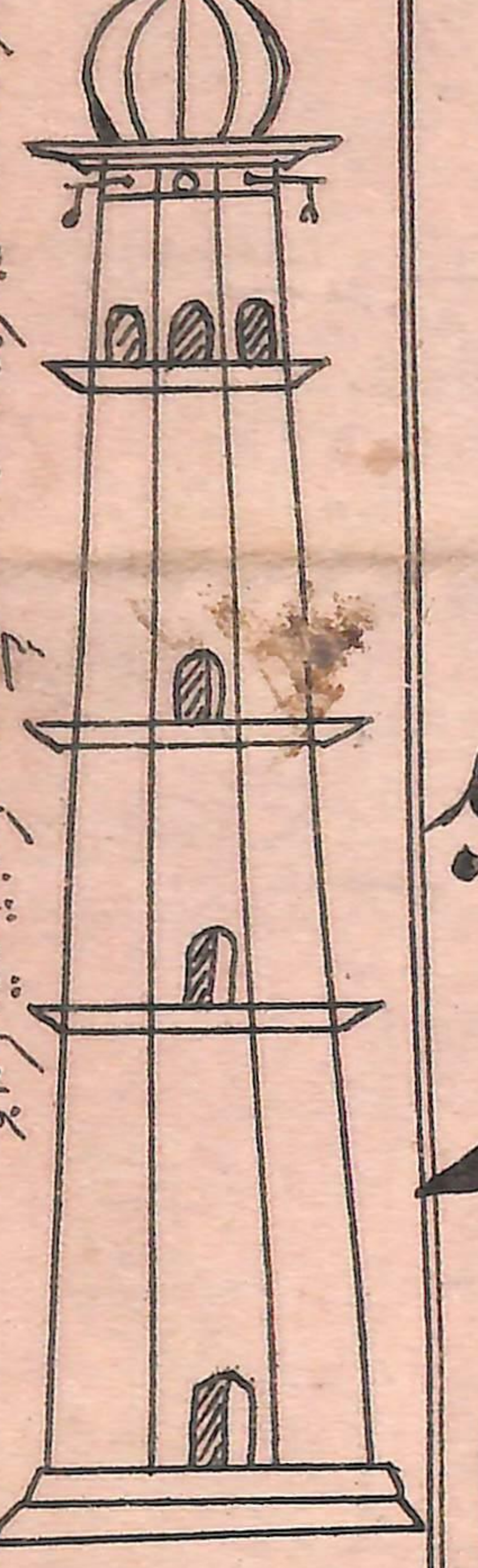

بجرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد (الہام حضرت مسیح موعود)

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

اخبار

الحکم

ہفتہ وار

قادیان

دور جدید

چہ گویم بانو گرآئی چہادر قادیاں بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دارالاماں بینی
بیا در بزم مستاں تا بہ بینی عالمے دیگر
بہشتے دیگرے و ابلیس دیگرے آدمے دیگر

مسیح موعود نمبر

اعلیٰ مدیر

شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی

مسئول مدیر

شیخ محمود احمد عرفانی مجاہد مصری

چندہ سالانہ

حکومت اور والیان ریاست سے ۱۵ر

امراء و رؤسا سے ۱۰ر

معاونین سے ۷ر

عوام سے ۵ر

ممالک غیر سے ۱۲ر

المسیح مدینۃ

قادیان دارالامان سے ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸ تاریخ کو خدا کے فضل سے شائع ہوتا ہے

قیمت فی پرچہ ۲ر

جلد ۴۱ | ۲۱/۲۸ مئی ۱۹۳۸ء | نمبر ۱۶، ۱۷

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر خدا تعالیٰ کی زبان سے

یا احمدُ بارک اللہ فیک۔ شانک عجیبٌ واجرک قریبٌ۔ انی راضٍ منک۔ انّی رافعک الیّ۔ الارضُ والسماءُ معک کما ھو معی۔ انت وجیہٌ فی حضرتی۔ اخترتک لنفسی۔ انت منّی بمنزلۃ توحیدی وتفریدی فحان ان تُعانَ۔ وتُعرفَ بین الناس۔ اردت ان استخلفَ فخلقتُ آدمَ۔ انّی جاعلٌ فی الارض۔ انّی ناصرکَ۔ انی حافظکَ۔ انّی جاعِلک للناس اماما۔ یا احمد فاضت الرحمۃ علی شفتیک۔ انّا اعطیناک الکوثر فصلّ لِربّک وانحرْ۔ انت معی وانا معکَ۔ سِرُّکَ سِرّی ؛

آئی لَوْ یُو۔ آئی شیل گِو یُو اے لارج پارٹی آف اسلام۔ دو آل مین شُڈ بی اینگری بٹ گاڈ از وِدھ یُو۔ ہی شیل ہیلپ یُو۔

وَرڈس آف گاڈ کین ناٹ ایکس چینج

مَیں اپنی چمکار دکھاؤں گا۔ اپنی قدرت نمائی سے تجھکو اٹھاؤں گا۔ تیرا گھر برکت سے بھرے گا۔ اور مَیں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کرونگا۔ تیری نسل بہت ہوگی۔ اور مَیں تیری ذرّیت کو بہت بڑھاؤنگا۔ اور برکت دُوں گا۔ تیری ذرّیت منقطع نہیں ہوگی۔ اور آخری دنوں تک سرسبز رہے گی۔ خدا تیرے نام کو س روز تک جو دُنیا منقطع ہو جائے۔ عزّت کے ساتھ قائم رکھے گا۔ مَیں تجھے برکت پر برکت دُونگا۔ یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈینگے

اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی پرنٹر و پبلشر چھپکر دفتر اخبار "الحکم" تراب منزل قادیان سے شائع ہوا۔

مسیح محمدی

بقلم حضرت مرزا کبیر الدین احمد صاحب

لکھنوی مہتمم کتب خانہ احمدیہ

انجیلی طرز تحریر پر

(۱)

مسیح موعودؑ نے بوقت صبح اپنے حیات کے زمانہ میں جبکہ وہ نبی کی عظمت خصوصیت سے ایک بڑی بھیڑ میں بیان فرما رہے تھے۔ فرمایا کہ دیکھو نبیؐ کی سچی فرمانبرداری اور اتباع سے خدا ملتا ہے اب زندگی کی مہلت میں موت آنے سے پہلے جس قدر نیکیاں تم کو کرنا ہے کر لو۔ خدا کی کتاب جو میرے ہاتھ میں ہے۔ جس کے عجائب کبھی فنا نہ ہوں گے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی سیرۃ میں یہ بات داخل تھی۔ اور یک دم فکر تھی کہ انسان طرح طرح کے تفکرات سے نجات پاکر معرفت کامل کے درجہ تک پہنچ جائے اور خدا کو کامل طور پر شناخت کرلے

(۲)

عیسائیوں کا یہ ناحق کا اغماض و تکبر ہے۔ کہ خداوند یسوع مسیح خدا تھے بغیر باپ کے تھے۔ اور پاک تھے۔ حالانکہ وہ انسان تھے

دیانت داری اور انصاف کا تقاضا یہ تھا کہ وہ نبی جس کو انجیل میں روح حق کہا گیا ہے پر ایمان لاویں۔ پہلے مسیح نے بہتوں کو سانپ اور لومڑی بنایا۔ ہم میں اور ہمارے مخالفوں کے درمیان یہ فرق ہے کہ وے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لاکر اُمت بناتے ہیں۔ اور ہم امت کو مسیح بناتے ہیں۔

(۳)

کیا خوب کہا تھا ہمارے کسی ماننے والے نے لکھنؤ میں۔ کہ پہلے مسیح ناصری نے تو انسان کی بوٹی کا شوربا اور روٹیوں کے ٹکڑے چھوڑ کر عشاء ربانی کی یادگار قائم کی۔ مگر مسیح محمدیؐ نے جو عرش سے فرش پر بحکم اللہ تعالےٰ نازل ہوا۔ ایک لنگر خانہ چھوڑا۔ اور طعام طیب جسمانیہ کے ساتھ ایک بین نور کو مسند نشین کیا۔ جو اپنے بیان سے انسان کو ہر قسم کی تاریکیوں سے نجات دیتا۔ اور دل کو منور کرتا ہے۔ قلبی امراض کی دوا ہے ہوم

الحکم کا اگلا نمبر

حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی کے اسلام لانے کے ایمان افروز اور مؤثر اور دردناک حالات کا بقیہ حالات پر مشتمل ہوگا۔ یہ پرچہ انشاء اللہ تعالیٰ ٹھیک ۷ر جون ۱۹۳۸ء کو شائع ہو جائے گا۔ جو احباب زائد کاپیاں خریدنا چاہیں ۲ر فی کاپی کے حساب سے طلب فرما سکتے ہیں ؛

ہند سے ٹھنڈی ہوا

از شیخ عبدالحکیم صاحب شملوی

رسول کریم صلعم نے فرمایا تھا۔ کہ مجھے ہند کی طرف سے ٹھنڈی ہوا آتی ہے۔ چنانچہ ۱۳ سو سال کے بعد وہ ٹھنڈی ہوا چلی۔ اور اللہ تعالےٰ نے اس باد نسیم کو بھیجا۔ جس نے ان تمام اجسام کو زندہ کیا جن پر مُردنی چھا چکی تھی۔ اور تمام وہ اشجار جو خشک اینڈھن ہو چکے تھے پھر زندہ ہوگئے۔ سوکھی ٹہنیاں پھر ہری بھری ہوگئیں۔ اور پھول و پھل دینے لگیں۔ ابر رحمت پنجاب کی وادیوں سے اٹھا۔ اور اکناف عالم میں برس گیا۔ اور دنیا کی ویران کھیتیوں کو سرسبز و شاداب کر گیا۔ اور وہ ٹھنڈی ہوا جو شاہ یثرب کو ہند سے آتی محسوس ہوئی تھی ہند سے جاری ہوئی۔ اور مشرق و مغرب میں چلنے لگی۔ چنانچہ حضرت مسیح الموعودؑ فرماتے ہیں ؎

بعد اک مدت کے پھر آئی یہ ٹھنڈی ہوا ؛ پھر خدا جانے کہ کب آویں یہ دن اور یہ بہار

خوش نصیبوں والے اپنی گہری نیند سے جاگ اُٹھے۔ اور اس ٹھنڈی اور تازہ ہوا کو محسوس کر کے اس کی جانفزا تازگی سے زندہ ہوگئے۔ اور وہ کچھ پایا جس کے لئے صدیوں پہلے جانے والے ترستے گئے۔ کہ کاش! ہم مسیح الموعودؑ کا زمانہ پاتے۔

حضرت مسیح الموعودؑ (فداروحی) دنیا میں آئے۔ اور اپنے ساتھ خدا کی رحمتوں کی بارش لائے۔ آسمان اور زمین نے اپنے خزانوں کے در کھول دئیے۔ اور خدا کی شناسائی اور قرب کی دولتوں سے دنیا مالا مال ہوگئی۔ لیکن کچھ ایسے بھی تھے اور ہیں جو اب بھی ایک اُمید موہوم کے پیچھے بھاگ رہے ہیں۔ کہ آنے والا آئے گا۔ آہ! ان کی حالت کسقدر دردناک ہے اور قابل افسوس ہے۔ جس کو دیکھ کر حضورؑ نے فرمایا ؎

تشنہ بیٹھے ہو لب جو شیریں حیف ہے ؛ سرزمین ہند میں بہتی ہے نہر خوشگوار

آنے والا آیا اور چلا بھی گیا۔ اور یہ ۲۶ مئی ہر سال آتی ہے۔ اور ہزاروں آنسو رلا جاتی ہے۔ وہ خدا کا پیارا نبی دنیا کو اس کا پیغام دے کر اپنے مولا کے حضور جا پہنچا۔ اور دنیا کو پھر اسی انتظار میں چھوڑ گیا۔ جیسا کہ اس نے فرمایا تھا: پھر خدا جانے کہ کب آویں یہ دن اور یہ بہار۔ خوش نصیب تھے وہ لوگ جنہوں نے خدا کے پیارے مرسل کی دید سے زندگی پائی۔ اب دنیا صدیوں انتظار کرے گی۔ کہ کب کوئی خدا کا پیارا پھر دنیا میں آئے۔ اور پھر وہ ٹھنڈی ہوا چلے جو مردوں کو زندہ کرتی ہے۔ اے کاش کہ دنیا اب بھی ہوش میں آئے۔ اور اس کے پاک سلسلہ میں شامل ہوکر ان نعمتوں سے متمتع ہو۔ جو سلسلہ احمدیہ سے وابستہ ہیں ؛

رسالہ المبشر کی نسبت

ضروری اعلان

رسالہ المبشر جو میرے بھتیجے عزیز شیخ محمد سلیمان عرفانی نے جاری کیا ہوا تھا۔ اس کی تعلیمی مصروفیت کے پیش نظر اس کا انتظام میں نے خود سنبھال لیا ہے۔ یہ رسالہ آئندہ بچوں کا معمولی رسالہ رہنے کی بجائے احمدی نوجوانوں کا رسالہ بنا دیا گیا ہے۔ جس کا کسی حد تک نمونہ اسی نمبر میں جو ۲۵ مئی کو شائع ہو رہا ہے معلوم ہو سکے گا۔

احباب سے التماس ہے کہ جن کے نام پرچہ جاتا ہے۔ وہ اگر اس کے خریدار رہنا چاہیں تو مجھے ایک کارڈ لکھ کر اطلاع دے دیں۔ ممنون ہوں گا۔ ورنہ کل کو کسی دوست کو یہ شکایت کرنے کا حق نہیں رہے گا۔ کہ پرچہ میرے نام خود بخود جاری کر دیا تھا میں نے لکھا نہیں تھا۔ آپ جبکہ پرچہ لیں گے تو اس کی قیمت بھی دینی پڑے گی۔ اور جو احباب خریدار رہنا پسند کریں۔ وہ قیمت بھی ادا فرما کر ممنون فرماویں۔

محمود احمد عرفانی

المناک موتیں

اس ماہ مئی میں بعض وفاتیں ایسی ہوئی ہیں جو قومی صدمہ کا رنگ رکھتی ہیں۔ گذشتہ نمبر میں حافظ بشیر احمد صاحب مبلغ سلسلہ کی المناک موت کا ذکر کر چکا ہوں۔ اس کے بعد جناب خانصاحب فقیر محمد خانصاحب درانی سپرنٹنڈنٹ انجینئر پشاور کی ناگہانی وفات ہوگئی۔

پھر آنریبل سر چوہدری محمد ظفر اللہ خانصاحب کی والدہ محترمہ کی وفات ہوگئی۔ یہ ایسی موتیں تھیں کہ جن کی تعزیت پر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے سندھ سے اپنی قلم مبارک سے نہ صرف تعزیت نامہ لکھا بلکہ ایک قسم کی ان کی سیرت المهدی۔ الحکم کا یہ نمبر چونکہ سیرت مسیح موعود نمبر ہے۔ اس لئے اس نمبر میں ان کی وفات کے تذکرے کے سوا اور کچھ نہیں لکھا جا سکتا۔ مگر اگلے نمبروں میں مفصل تذکرہ ان بزرگوں اور مخلصوں کی زندگی پر کیا جائیگا۔ ہم کو ان کی وفات کا شدید ترین صدمہ ہے۔ اور ہم ان کے عزیز و اقارب کے ساتھ اس رنج و الم میں شریک ہیں۔ اللہ تعالیٰ

مبارک وہ جو اس نور سے مستفیض ہو۔ میں اس دلکشا میں کس طرح اس نور کا اظہار کروں۔ اگر ایلیا زندہ ہوتا اور لوقا اندھا نہ ہوتا تو دیکھتا اللہ تعالےٰ کا کرم و فضل جماعت احمدیہ کے ساتھ ہو۔ آمین

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا خاندان

اور

آپ کی مختصر سوانح حیات

بزرگوں کی آمد اور تاسیس قادیان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بزرگ سمرقند سے ہندوستان میں آئے۔ ان کے ہندوستان آنے کے وقت ان کے ساتھ دو سو آدمیوں کا قافلہ جن میں اہل وعیال کے ساتھ خدام وحشم بھی تھے جس سے ان کی ظاہری وجاہت کا پتہ چلتا تھا۔ ہندوستان میں پہونچ کر انہوں نے اس مقام پر جہاں قادیان آباد ہے۔ جو لاہور سے پچاس کوس شمال مشرقی جانب واقع ہے۔ فروکش ہوگئے۔ اور اس جگہ کو آباد کرکے اس جگہ کا نام اسلام پور رکھا۔ جو بعد میں اسلام پور قاضی ماجھی ہوگیا۔

قاضی ماجھی کی وجہ تسمیہ

چونکہ سلطنت مغلیہ دہلی کی طرف سے اس خاندان کو اس علاقہ پر حکومت اور مجسٹریٹی کے اختیارات حاصل تھے۔ اور چونکہ یہ علاقہ ماجھے کا تھا۔ اور علاقہ ماجھے کی مجسٹریٹی کا صدر مقام تھا۔ اس لئے اسلام پور قاضی ماجھی کہلانے لگا۔

سکھوں کا دور

سکھوں کے دور میں آپ کے خاندان کے سردار میرزا گل محمد صاحب تھے۔ جو اس وقت پچاشی گاؤں کے مالک تھے

سکھوں کے متواتر حملوں سے بہت سے گاؤں ان کے قبضہ سے نکل گئے تھے۔ مگر ان کی فیاضی کی یہ حالت تھی۔ کہ اس قلیل جائداد میں سے بھی کئی گاؤں انہوں نے بعض تفرقہ زدہ مسلمان رئیسوں کو دے دیئے تھے۔ جو اب تک ان کی اولاد کے پاس ہیں۔

ان کا دسترخوان اس قدر وسیع تھا۔ کہ کبھی پانچسو آدمی ان کے دسترخوان پر بیٹھکر کھانا کھاتے تھے۔

اور ایک سو کے قریب علماء، صلحاء، حفاظ ان کے پاس رہتے تھے۔ جن کے وظائف مقرر تھے۔ دینداری کا یہ جوش تھا۔ کہ چکی پیسنے والی عورتیں بھی نماز کی پابند تھیں۔ اسی دینداری کی وجہ سے قادیان علاقہ کے مسلمانوں میں مکّہ کے نام سے شہرت پا گیا تھا۔

حضرت میرزا گل محمد صاحب صرف رئیس ہی نہ تھے۔ بلکہ اولیاء اللہ میں سے تھے۔ اور بہت سے صلحاء ان کی صحبت میں جمع رہتے تھے۔ ان کی وفات پر میرزا عطا محمد صاحب گدی نشین ہوئے۔ آپ کے زمانہ میں سکھوں نے بہت قوت پکڑ لی۔ اور سوائے قادیان کے سب دیہات آپ کے قبضہ سے نکل گئے۔ آپ کی وفات ہچکی کی بیماری سے ہوئی۔

قادیان سکھوں کے عہد میں

سکھوں کے زمانہ میں قادیان ایک قلعہ کی طرح تھا جس کے چار برج تھے۔ اور برجوں میں فوج رہتی تھی۔ چند توپیں بھی تھیں۔ اور شہر کے گرد فصیل تھی۔ جو بائیس فٹ بلند تھی۔ اور اتنی چوڑی تھی۔ کہ تین چھکڑے پہلو بہ پہلو چل سکتے تھے۔

سکھوں کا قادیان پر قبضہ

آخر خدا کی مشیت ایسی ہوئی۔ کہ رام گڑھیہ سکھ فریب دے کر شہر پناہ کے اندر داخل ہوگئے۔ اور قادیان پر قابض ہوگئے۔ اس وقت اس عظیم الشان خاندان پر بڑی تباہی آئی۔ مال ومتاع لوٹ لیا گیا۔ مساجد اور مکان مسمار کر دیئے گئے۔ باغ جلا دیئے گئے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کا کتب خانہ جلا دیا گیا اور خاندان کے تمام مردوں اور خواتین کو یہاں سے نکل جانے کا حکم دیا۔ جنہوں نے ایک ریاست میں پناہ لی بالآخر میرزا عطا محمد صاحب کو زہر دے دی گئی۔ اور اس طرح ان کی زندگی ختم کر دی گئی۔

حضرت میرزا غلام مرتضےٰ صاحب کا دور

مہاراجہ رنجیت سنگھ کے آخری زمانہ میں حضرت میرزا غلام مرتضےٰ صاحب جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے والد بزرگوار تھے کو قادیان اور اس کے ارد گرد کے پانچ دیہات پھر مل گئے۔ ایک قدیم شاہی خاندان ہونے کی وجہ سے اور ایک بہت بڑے بہادر اور بے نظیر طبیب ہونے کے آپ کی تمام علاقہ میں شہرت اور عزت تھی۔

برطانوی سلطنت کا وُرود

ہندوستان میں جب برطانوی سلطنت قائم ہوئی۔ تو اس وقت ابتدائی زمانہ میں بہت سی مشکلات سلطنت کو درپیش تھیں۔ ۱۸۵۷ء میں آپ نے سرکار انگلشیہ کی خدمت پچاس گھوڑوں اور پچاس سواروں سے فرمائی۔ اور بھی وقتاً فوقتاً حکومت کو مدد دی جاتی رہی۔ آپ گورنر جنرل کے درباری کرسی نشین تھے۔ ضلع کے حکام آپ کے مکان پر آپ کو آ کر ملتے تھے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اس عظیم الشان خاندان اور اس عظیم الشان انسان کی صلب سے وہ انسان جو نبیوں کا موعود۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا بروز۔ قوموں کا رستگار۔ دنیا کا نجات دہندہ۔ پہلوان رب جلیل تھا پیدا ہوا۔ آپ کی پیدائش ایسے وقت میں ہوئی۔ جبکہ سکھوں کی فوضوی حکومت خاتمہ کی طرف جا رہی تھی۔ اور برطانیہ کی آئینی حکومت کے دور دورے کا آغاز ہو رہا تھا۔ یہ تبدیلی بتلا رہی تھی۔ کہ دنیا میں ایک انقلاب ہو رہا ہے۔ شیطانی طاقتوں کو کچلنے کے لئے دنیا کا موعود پیدا کیا جا رہا ہے۔ ظاہری اسباب اس کے ہاتھ سے لے لئے گئے ہیں۔ وہ آسمانی ہتھیاروں سے مسلح ہو کر آ رہا ہے۔ آپ کے اس دنیا میں ظہور پذیر ہونے کے ساتھ ہی۔ آپ کے خاندان کی مشکلات کے بادل پھٹنے لگے۔ اور تنگی فراخی سے بدلنے لگی۔ مگر ایک حیرت انگیز مماثلت آپ کی حضرت مسیح ناصری سے پیدا ہوگئی۔ جو حضرت داؤد کی نسل سے ہونے کی وجہ سے شاہزادہ کہلاتے تھے۔ مگر ملک داری کے اسباب سے ان کو کوئی حصہ نہیں ملا تھا۔ بالکل اسی طرح آپ جو کہ تیموری خاندان کی ایک شاخ اور ایک شاہی خاندان کے چشم وچراغ تھے۔ ظاہری ملک داری سے حصہ دار نہ ہو سکے۔ اور لفظی طور پر شہزادے کہلائے۔ چنانچہ آپ کی ریاست اور شاہزادگی کو سر لیپل گریفن مصنف رؤسائے پنجاب نے بوضاحت لکھا۔ اور تسلیم کیا ہے۔

جس طرح ایک عقلمند باغبان سال خوردہ اور پرانے درخت کاٹ کر نئے درخت لگاتا ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے اس پرانے نظام کو اس خاندان سے مٹا دیا۔ اور ایک نئے انتظام کی بنیاد اپنے ہاتھ سے رکھی۔ چنانچہ ان بشارات میں جو حضور کو دی گئیں فرمایا گیا۔

سبحان اللہ تبارک وتعالیٰ زاد مجدک
ینقطع اٰباءک من اٰباءک ویبدء منک۔

یعنی اب تجھے بڑی بزرگی دی جائے گی۔ اب تیرے آباء کا ذکر قطع کیا جائے گا۔ اور تجھ سے نیا سلسلہ شروع کیا جائے گا۔

آپ کی ابتدائی تعلیم خانگی طور پر ہوئی۔ مولوی فضل الٰہی صاحب اور مولوی فضل احمد صاحب اور مولوی گل علی شاہ صاحب آپ کے استاد تھے۔ ان کے علاوہ آپ نے اپنے والد صاحب حضرت میرزا غلام مرتضیٰ صاحب سے کچھ

طب کی کتابیں پڑھیں

ابتدائی ایام

ابتدائی ایام میں آپ کی توجہ مطالعہ کی طرف اس قدر تھی۔ کہ کسی اور چیز کی طرف توجہ نہ تھی۔ بلکہ آپ کے والد صاحب کو یہ خیال پیدا ہو جاتا تھا۔ کہ آپ بیمار نہ ہو جائیں۔ بالآخر حکماً انہوں نے آپ کو بعض مقدمات کی پیروی میں لگا دیا۔ اگرچہ آپ نے والد بزرگوار کے حکم کی پوری تعمیل فرمائی۔ مگر آپ کو اپنے اس وقت کے ضائع ہونے کا ازحد رنج رہا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں

"مجھے افسوس ہے۔ کہ بہت سا وقت عزیز ان بیہودہ جھگڑوں میں ضائع ہوا۔"

والد صاحب کی ناراضگی

چونکہ مقدمات کی پیروی جس طرح ایک دنیا دار آدمی کر سکتا ہے۔ آپ نہیں کر سکتے تھے۔ بلکہ آپ ان امور سے متنفر ہی تھے۔ اس لئے اپنے والد صاحب کو آپ خوش نہ کر سکے۔ وہ چاہتے تھے۔ کہ بزرگوں کی جاگیر کو حاصل کیا جائے۔ اور ان کا خیال تھا۔ کہ ان کی اولاد مغلیہ خاندان کے رئیسوں کی طرح دنیا داری میں انہماک دکھائے۔ اور یہاں سوائے بیزاری کے اور کچھ نہ تھا۔ اسی طرح ان کا خیال تھا کہ وہ اپنی اولاد کو حکام رس دیکھیں۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک ڈپٹی کمشنر صاحب کی آمد پر آپ کو حکم دیا۔ کہ آپ ان کے استقبال کے لئے جائیں۔ مگر حضور کی طبیعت نے اس سے کراہت کی۔ جس کی وجہ سے آپ کے والد بزرگوار کو اور بھی ناراضگی ہوئی۔ وہ ان امور سے خیال فرماتے تھے۔ کہ جب آپ دنیا کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ تو آپ کی زندگی کیسے گذرے گی مگر ان کو معلوم نہ تھا۔ کہ

"یہ وہ انسان ہے۔ جس کے دستر خوان پر قومیں کھانا کھائینگی۔ اور اس کا لنگر دن اور رات میں کسی وقت بھی بند نہ ہوگا۔ فوجوں کی فوجیں۔ ہر ملک اور ہر قوم کے لوگ اس کے دروازے پر دھونی رما کر بیٹھ جائیں گے۔ وہ زمین کے حالات پر نظر کرتے تھے۔ مگر خدا آسمان پر اس انسان کے لئے دنیا کے نظام کو بدلنے کی تیاری کر رہا تھا۔"

تب آپ نے دنیاداری کے ان دھندوں سے رہائی حاصل کرنے کے لئے اپنے والد بزرگوار کو ایک خط لکھا۔ اور چاہا۔ کہ ان تمام امور سے نجات حاصل کرلیں۔ یہ خط آپ کی اندرونی فطرت اور دنیا سے بیزاری اور تبتل الی اللہ کا ایک بڑا آئینہ ہے۔ آپ لکھتے ہیں:۔

مکتوب

حضرت والد مخدوم من سلامت!

مراسم غلامانہ و قواعد فدویانہ بجا آوردہ معروض حضرت والد میکند۔ چونکہ دریں ایام برائے العین می بینم و بچشم سر مشاہدہ میکنم کہ در ہمہ ممالک و بلاد ہر سال چناں وبائے مے افتد کہ دوستاں را از دوستاں و خویشاں را از خویشاں جدا مے کند و ہیچ سالے نہ بینم۔ کہ ایں نائرہ عظیم و چنیں حادثہ الیم دراں سال شور قیامت نیفگند نظر براں دل از دنیا سرد شدہ است و رو از خوف جاں زرد و اکثر ایں دو مصرعہ شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی بیاد مے کنم و اشک حسرت ریختہ میشود

مکن تکیہ بر عمر ناپائیدار
مباش ایمن از بازی روزگار

و نیز ایں دو مصرعہ ثانی از دیوان فرخ قادیانی نمک پاش جراحت دل مے شود ؎

بدنیائے دوں دل مبند اے جوان
کہ وقت اجل میرسد ناگہاں

لہذا مے خواہم کہ بقیہ عمر در گوشہ تنہائی نشینم و دامن از صحبت مردم بچینم و بیاد او سبحانہ مشغول شوم گذشتہ را عذرے و مافات را تدارکے شود

عمر بگذشت و نماند است جز گامے چند
بہ کہ در یاد کسے صبح کنم شامے چند

کہ دنیا را اساسے محکم نیست و زندگی را اعتبارے نے و ایئس من خاف علی نفسہ من آفت غیرہٖ والسلام۔

اس مکتوب مبارک سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کس طرح آپ دنیا کی عزتوں اور وجاہتوں سے متنفر تھے۔ اور خلوت کو جلوت پر پسند فرماتے تھے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں ؎

ابتدا سے گوشۂ خلوت رہا مجھ کو پسند
شہرتوں سے مجھ کو نفرت تھی ہر اک عظمت سے عار

یہ تنہائی اور خلوت کا زمانہ بہت لمبا ہے۔ آپ کی ایک تحریر کی رو سے یہ زمانہ ۲۵ برس تک لمبا رہا۔

والد صاحب کے حکم سے ملازمت

اور ملازمتوں کی زندگی پر گہری نظر

اس طرح ایک دفعہ حضرت والد صاحب کے حکم کے ماتحت آپ نے ملازمت بھی کی۔ اس ملازمت کے ایام حضور نے نہایت کراہت سے گذارے۔ بعض کوتاہ بینوں نے حضور کی ذات پر طعن کیا ہے۔ کہ آپ نے ملازمت کی کاش ان کو معلوم ہوتا۔ کہ وہ دنیا کا ہادی اور رہنما۔ اس زمانے کا نبی اور رسول جو اپنی ذات کے متعلق تحریر فرماتا ہے کہ

"اگر خدا تعالیٰ مجھے اختیار دے۔ کہ خلوت اور جلوت میں سے تو کس کو پسند کرتا ہے۔ تو اس ذات پاک کی قسم ہے۔ کہ میں خلوت کو پسند کروں۔"

وہ انسان جو کہتا ہے۔

"مجھے افسوس ہے۔ کہ بہت سا عزیز وقت میرا ان جھگڑوں میں ضائع ہو گیا۔"

وہ دنیا سے منقطع ہستی۔ جو فرماتی ہے کہ

"وہ چاہتے تھے کہ دنیاداروں کی طرح مجھے رو بخلق بنا دیں۔ اور میری طبیعت اس طریق سے بیزار تھی۔"

وہ کب گوارا کر سکتی تھی۔ کہ کسی کی ملازمت اختیار کریں۔ مگر صرف ایک ہی روک تھی۔ اور وہ یہ کہ آپ

برّا بالوالدین

کی زندہ مثال تھے۔ آپ متنفر تھے۔ کڑھتے تھے۔ اپنی طبیعت کے خلاف جانتے تھے۔ مگر اُف تک نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ فرمایا کہ

"میں نے نیک نیتی سے نہ دنیا کے لئے بلکہ محض ثواب اطاعت حاصل کرنے کے لئے اپنی والد صاحب کی خدمت میں اپنے تئیں محو کر دیا تھا۔ اور ان کے لئے دعا میں مشغول رہتا تھا۔"

پس یہ جو کچھ کیا۔ محض ان کی اطاعت کے لئے کیا اور اپنی طبیعت کے خلاف کیا۔ مگر ملازمت کو نہ چھوڑا تب خدا تعالیٰ نے حضور کی دعاؤں کو سنا۔ باپ کے دل کو جذبۂ ہمدردی سے بھر دیا۔ اور آپ کی جدائی ان کو گراں گزرنے لگی۔ اس لئے انہوں نے آپ حکم دیا۔ کہ ملازمت چھوڑ کر آجائیں۔ حضور فرماتے ہیں۔

"اُنکے حکم سے جو عین میری منشاء کے مطابق تھا میں نے استعفاء دے کر اپنے تئیں اس نوکری سے جو میری طبیعت کے مخالف تھی سبکدوش کر لیا۔"

مگر

اس زمانہ ملازمت میں آپ کو ملازمت پیشہ لوگوں کی زندگی کا مطالعہ کرنے کا موقعہ ملا۔ آپ نے ان کی زندگی فسق و فجور سے بھری ہوئی۔ دیکھی۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

"اس تجربہ سے مجھے معلوم ہوا۔ کہ اکثر نوکری پیشہ نہایت گندی زندگی بسر کرتے ہیں۔ ان میں سے بہت کم ہونگے جو پورے طور پر صوم و صلوٰۃ کے پابند ہوں اور جو ان ناجائز حظوظ سے اپنے تئیں بچا سکیں۔ جو ابتلاء کے طور پر ان کو پیش آتے رہتے ہیں۔

میں ہمیشہ ان کے منہ کو دیکھ کر حیران رہا۔ اور اکثر کو ایسا پایا۔ کہ ان کی تمام دلی خواہشیں مال و متاع تک خواہ حلال کی وجہ سے ہو یا حرام کے ذریعہ سے محدود تھیں اور بہتوں کی دن رات کی کوششیں صرف اسی مختصر زندگی کی دنیوی ترقی کے لئے مصروف پائیں۔

میں نے ملازمت پیشہ لوگوں میں بہت کم لوگ ایسے پائے۔ کہ جو محض خدا تعالےٰ کی عظمت کو یاد کر کے اخلاق فاضلہ۔ حلم۔ اور کرم اور عفت اور تواضع اور انکسار اور خاکساری اور ہمدردی مخلوق اور پاک باطنی اور اکل حلال اور صدق مقال اور پرہیزگاری کی صفت اپنے اندر رکھتے ہوں۔ بلکہ بہتوں کو تکبر۔ بدچلنی اور لاپرواہی دین اور طرح طرح کے اخلاق رذیلہ میں شیطان کے بھائی پایا۔“

چونکہ آپ کو اللہ تعالےٰ مخلوق کی اصلاح کے مقام پر کھڑا کرنے والا تھا۔ اس لئے ایک مقام پر جو اگرچہ کراہت کا مقام تھا کھڑا کر کے مخلوق کی اندرونی حالت کا نظارہ کرا دیا۔ جیسے طبیب کو باوجود کراہیت کے مریض کے بول و براز تک گندی چیزوں کو دیکھنا پڑتا ہے۔ حضور کو بھی ملازمت پیشہ مخلوق کی حالت کا نظارہ کرنے کا موقعہ ملا۔

ملازمت سے واپسی کے بعد

پھر حضور حضرت والد صاحب کی خدمت میں مشغول ہو گئے۔ اور جو وقت بچتا۔ اسے قرآن کریم احادیث نبویہ کے مطالعہ اور تدبر میں صرف فرماتے۔ بلکہ حضرت والد صاحب کو سنایا کرتے۔

آخری زمانہ میں حضرت مرزا غلام مرتضےٰ صاحب اپنی دنیاوی ناکامی کی وجہ سے بہت غمگین رہتے تھے۔ ستر ہزار روپیہ کے قریب مقدمات پر صرف کر دیا۔ مگر کچھ نتیجہ نہ ہوا۔

مسجد اقصٰی کی تعمیر

اپنی وفات سے تھوڑا عرصہ قبل آپ نے اپنی توجہ مسجد اقصٰے کی تعمیر کی طرف مبذول کی۔ اور وصیت کی۔ کہ اس مسجد کے ایک کونے میں مجھے دفن کرنا۔ مسجد کی تعمیر مکمل اور چند اینٹیں باقی تھیں۔ کہ حضرت مرزا غلام مرتضےٰ صاحب مرض پیچش سے فوت ہو گئے۔ اور اس مسجد کے ایک گوشے میں دفن ہو گئے۔ اللھم ارحمہ وادخلہ الجنۃ۔ آمین۔ آپ کی عمر اس وقت ۸۵ سال کی تھی۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے دلداری

حضرت مرزا غلام مرتضےٰ صاحب کی وفات کی خبر اللہ تعالےٰ نے حضور کو قبل از وقت دی۔ اور آپ لاہور سے قادیان آئے۔ اور پھر وفات سے تھوڑی دیر پہلے اللہ تعالےٰ نے الہامًا فرمایا۔

والسّماء والطارق

یعنی قسم ہے آسمان کی جو قضا و قدر کا مبدأ ہے اور قسم ہے اس حادثہ کی جو آج آفتاب کے غروب ہونیکے بعد نازل ہوگا۔

حضور کو تفہیم میں بتلایا گیا۔ کہ یہ خدا تعالےٰ کی طرف سے عزاداری ہے۔ کیوں نہ ہو۔ جبکہ ایک اتنا بڑا انسان آپ کی صلب سے پیدا ہوا۔ جو دنیا کا نجات دہندہ تھا اور جو زمین و آسمان میں ایک جدید انقلاب پیدا کرنے کے لئے پیدا کیا گیا۔ جو ایسا عظیم الشان انسان تھا جس کے ساتھ خدا نے وہ مکالمہ و مخاطبہ کیا جس کی نظیر تیرہ سو سال سے قبل نظر نہیں آتی تھی۔ اس جری اللہ فی حلل الانبیاء کے پیارے باپ کی وفات پر خدا تعالےٰ نے عزاداری فرمائی۔ جس سے آپ کی دلداری اور ان کی عزت افزائی مقصود تھی۔

ظاہری اسباب سے گھبراہٹ

اس وقت والد صاحب کی وفات سے آپ کو اندیشہ ہوا۔ کہ اب معلوم نہیں کیا ابتلاء پیش آئیں۔ آپ اسی فکر میں ہی تھے۔ تو خدا تعالےٰ نے اپنی قدرتوں اور طاقتوں کے اظہار کا اعلان فرماتے ہوئے آپ کے قلب پر اطمینان اور سکینت نازل فرمائی۔ اور فرمایا۔

الیس اللہ بکافٍ عبدہٗ

ان کی وفات کے بعد اللہ تعالےٰ نے حضور کی کفالت کا کام اس طرح اپنے ذمہ لیا۔ کہ حضور فرماتے ہیں۔ کہ کوئی باپ ایسی کفالت نہیں کر سکتا۔ اور یہی نہیں بلکہ مبشرات کا دروازہ آپ پر کھول دیا گیا۔

احیاء سنّت خاندانِ نبوّت

اللہ تعالےٰ حضور کو اس عظیم الشان امانت کے سپرد کرنے کے لئے تیار فرما رہا تھا۔ جو نبوت کی امانت تھی اس لئے آپ کا دل خدا نے ہر ایک بدعت اور ہر ایک ریاضت سے جو نفسانیت کے ماتحت گھڑی گئی تھی متنفر کر دیا تھا۔ ہاں وہ خود آپ کے دل پر وحی نازل کرتا تھا۔ کہ یوں کرو اور یوں نہ کرو۔ مثلاً ایک دفعہ خواب میں ایک بزرگ معمر پاک صورت حضور کو نظر آئے۔ اور انہوں نے یہ ذکر کیا کہ کسی قدر روزے انوارِ سماوی کی پیشوائی کے لئے رکھنا سنت خاندانِ نبوّت ہے۔

تب آپ نے کچھ مدت تک پوشیدہ طور پر روزے رکھے۔ گھر سے کھانا منگوا کر یتیموں اور مسکینوں میں تقسیم فرما دیتے۔ پھر آہستہ آہستہ آپ نے اپنی خوراک کو بھی کم کرنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ یہ خوراک چند تولہ تک رہ گئی اور اس طرح آٹھ یا نو ماہ تک آپ نے ایسا ہی کیا۔ اور یہ ایسی غذا تھی جس پر کوئی دو تین ماہ کا بچہ بھی گزارہ نہیں کر سکتا تھا۔ ان ایام میں آپ پر

آسمانی کشوف کے دروازے کھولے گئے

سابقہ انبیاء کی ملاقاتیں ہوئیں۔ اور بہت سے اولیاء سے ملاقاتیں ہوئیں۔ عین بیداری میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت فاطمہؓ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسینؓ اور حضرت امام حسنؓ کی زیارت ہوئی۔

حضرت مسیح ناصری سے بھی ملاقات ہوئی۔ اور صدہا قسم کے انوار آپ پر نازل ہوئے۔ اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالےٰ کو منظور تھا۔ کہ آپ کو اس مقام کے لئے تیار کیا جائے جس کے لئے آپ پیدا کئے گئے ہیں۔ اور یہ سب خدا کے حکم اور منشاء سے ہوا۔

ماموریت کے مقام پر

تیرھویں صدی کے اخیر اور چودھویں صدی کے آغاز کے ساتھ ہی وہ وقت آگیا۔ جس کی انتظار کرتے کرتے ہزارہا صلحائے امت اس جہان سے گذر گئے۔ آسمان زمین کے قریب آگیا۔ رحمت کی ہوائیں چل پڑیں۔ خدا نے اپنے بندوں پر رحم فرمایا۔ اور آسمان نے زمین پر اپنے نور کو اگل دیا۔ اور جو دنیا سے چھپتا تھا۔ اسے خدا نے اپنے ہاتھ سے ظاہر کیا۔ اور اسے مخاطب کر کے فرمایا۔

الرحمٰن علّم القراٰن۔ لتنذر قومًا ما انذر آباءھم ولتستبین سبیل المجرمین قل انی امرت وانا اول المؤمنین۔

یعنی خدا تعالےٰ نے تجھے قرآن سکھایا اور اس کے معانی تجھ پر کھول دیئے۔ یہ اس لئے ہوا۔ کہ تا تو لوگوں کو ان کے بد انجام ڈرائے۔ جو باعث پشت در پشت کی غفلت اور نہ متنبہ کئے جانے کی غلطیوں میں پڑ گئے ہیں۔ اور تا ان مجرموں کی راہ کھل جائے۔ کہ جو ہدایت پہونچنے کے بعد بھی راہِ راست کو قبول کرنا نہیں چاہتے ان کو کہدو۔ کہ

میں مامور من اللہ ہوں۔ اور اول المومنین ہوں

حضور کے یہ الہامات براہین احمدیہ میں موجود ہیں اور جب تک آپ نے اپنی ماموریت کا اعلان نہ فرمایا تھا اس وقت ہزارہا لوگ آپ کو خود بخود مجدد کہتے تھے۔ مگر جب آپ کی طرف سے دعوےٰ ہو گیا۔ تب آپ کو ایک اور شدید مجاہدہ کی بھٹی سے نکالا گیا۔ اور وہ مجاہدہ علماء زمانہ کی تکفیر بازی۔ اور بدزبانی اور بدگوئی تھی۔ کہ الامان دنیا میں کہیں امان نہ رہی۔ تمام دنیائے اسلام سے کفر کے فتوے منگوائے گئے۔ علماء نے گاؤں گاؤں پھر کر ایک آگ لگائی اور آپ کی اس قدر توہین کی۔ اور کرائی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آجتک ایسی سختی کسی انسان کے ساتھ نہیں ہوئی تھی۔ کھلے کھلے خطوں کے سینکڑوں کتابیں۔ ہزارہا علماء کے گھر بہ گھر لیکچر دیتے پھرنا ایک طوفان بے تمیزی تھا۔ فتووں کی یہ حالت کہ کوئی حضور سے حضور کے ماننے والے سے بات نہ کرے۔ سلام نہ کرے۔ مسجد میں نہ آنے دے۔ سودا نہ بیچے۔ قبرستان میں دفن نہ ہونے دے۔ الامان۔ الحفیظ۔

مگر

اس حالت میں خدا نے آپکو تسلی پر تسلی دی۔ اور یقین دلایا۔ کہ تو ہی غالب ہوگا۔ دنیا کو تیرے قدموں میں لا کر ڈال دیا جائیگا۔ تیری آل اولاد کو بڑھایا جائیگا۔ فتح و نصرت تیرے پاؤں چومے گی [2]

---

[2] اس قسم کے وعدے اردو میں بھی تھے اور عربی میں بھی تھے۔ اور انگریزی میں بھی تھے اور فارسی میں بھی خدا نے ہر زبان میں کلام کی۔ اور ہر زبان میں تسلی دی۔ تب ان مخالفتوں کی وجہ سے ایک جماعت کو توجہ ہوئی۔ اور انہوں نے تحقیقات کی۔ خدا نے انکے دلوں کو کھول دیا۔ اور نور ایمان انکے روح اور جسم میں سرایت کر گیا۔ اور اس طرح اللہ تعالےٰ نے ایک نیک اور پاک لوگوں کی جماعت اپنے ہاتھ سے کھڑی کر دی۔ اور دنیا میں قادیان کی سرزمین سے ایک جماعت کی نہر جاری فرمادی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہمکو کس مقام پر پہنچانا چاہتے تھے

(حضرت عرفانی اکبر کی قلم سے)

آنکہ گشت کوچہ جاناں مقام شاں ❖ ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

عزیز مکرم شیخ محمود احمد صاحب عرفانی مدیر مسئول الحکم نے مجھے لکھا ہے۔ کہ وہ الحکم کا ایک خاص نمبر ۲۸ مئی ۱۹۳۸ء کو نکالنا چاہتے ہیں۔ اور میں اس کے لئے مندرجہ عنوان پر ایک مضمون لکھوں۔ میں اپنی پیرانہ سالی اور آئے دن کی بیماریوں کے حملوں اور دوسرے مشاغل کی وجہ سے اتنا سست اور کمزور ہوگیا ہوں۔ کہ بعض اوقات خطوط کا جواب دینے میں بھی تساہل کرتا ہوں۔ لیکن الحکم کے بقا کے لئے اگر میں کوئی خدمت کرسکوں۔ تو میرے لئے عین راحت ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کا نام بجائے خود ایک طاقت ہے جو پژمردہ دلوں میں ہمت اور عزم بلند کی لہر پیدا کر دیتا ہے۔ اس لئے میں اس موضوع پر ایک مختصر سا مقالہ عزیز کی حوصلہ افزائی اور اپنی سعادت کے لئے لکھنا ضروری سمجھتا ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی غرض

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی بعثت کی غرض یہ تھی۔ کہ

تا لوگ قوت یقین میں ترقی کریں۔

اس لئے کہ یقین کامل ہی ایک ایسی قوت ہے جو انسان میں گناہ سوز فطرت پیدا کرتی ہے۔ اور جب تک اللہ تعالے کی ہستی پر ایک لذیذ اور قوی ایمان پیدا نہ ہو۔ انسان کو گناہ سے نفرت اور معرفت الٰہی میں ترقی کرنے کی صلاحیت پیدا نہیں ہوتی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو بشارتیں دی ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ کی بعثت کے وقت ایمان ثریا پر جا چکا ہوگا۔ آپ اسے وہاں سے لائیں گے۔ اور نئے سرے ایمانی قوت کو پیدا کریں گے۔ ایسا ایمان جو گناہ کی زہر کے لئے تریاق ہو جو الفاظ اور چند رسوم کا مجموعہ نہ ہوگا۔ بلکہ زندہ خدا کی تائیدی شہادتیں اس کو مؤثر بنا رہی ہوں گی۔ پس جو منصب آپ کی بعثت کا ہے۔ وہی وہ مقام ہے۔ جہاں آپ ہم کو یا دنیا کو پہونچانا چاہتے تھے۔ یقین کامل کے پیدا ہو جانے کے بعد انسان کا دل خدا تعالے کا عرش ہو جاتا ہے۔ اور وہ تجلیات الٰہیہ کا مرکز ہو کر ہر قسم کے رذائل کے خس و خاشاک کو جلا دیتا ہے۔

(۲)

اس مقام کے حاصل کرنے کے بعد انسان خود صفات الٰہیہ کی تجلیات کا مظہر بن جاتا ہے۔ اور اس کا وجود خدا تعالیٰ کی رضا میں کھویا جاتا ہے۔ ایسے انسان کے ارادے اور اس کی ساری خواہشیں اور تمنائیں خدا کے لئے ہو جاتی ہیں اور وہ یقین کرتا ہے۔ کہ اگر میرے تمام ارادے خدا کے لئے نہیں ہیں۔ تو میں

جہنم کے قریب ہوں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے اسی بصیرت اور معرفت کو اپنے عمل۔ اپنی تعلیم اور خدا تعالے کے تازہ بتازہ نشانات کے ذریعہ اپنے خدام میں پیدا کیا۔ آپ نے موت اور زندگی کا ایک نیا فلسفہ جو حقیقی فلسفہ حیات ہے دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اور فرمایا کہ

دیکھو میں سچ سچ کہتا ہوں۔ کہ وہ آدمی ہلاک شدہ ہے جو دین کے ساتھ کچھ دنیا کی ملونی رکھتا ہے۔ اور اس نفس سے جہنم بہت قریب ہے۔ جس کے تمام ارادے خدا کے لئے نہیں ہیں۔ بلکہ کچھ خدا کے لئے اور کچھ دنیا کے لئے۔ پس تم اگر دنیا کی ذرہ بھی ملونی اپنے اغراض میں رکھتے ہو۔ تو تمہاری عبادتیں عبث ہیں۔ اس صورت میں تم خدا کی پیروی نہیں کرتے۔ بلکہ شیطان کی پیروی کرتے ہوئے (الوصیت)

یہی وہ روح ہے۔ جو آپ نے شرائط بیعت میں رکھی ہے کہ میں دین کو دنیا پر مقدم کرونگا۔ حضرت مسیح موعودؑ مخلص فی الدین بنانا چاہتے تھے۔ اور اسی مقام کی طرف تمام عمر آپ نے دعوت دی۔ اور جماعت کے سامنے وہ عظیم الشان نصب العین رکھا۔ جو اپنی عظمت اور شان کے لحاظ سے بے نظیر اور اپنی حقیقت کے لحاظ سے انسانی مقصد خلق کو لئے ہوئے ہے۔ جس کو پیش نظر رکھکر انسان دنیا میں امن وسلامتی کا مشعل بردار ہو جاتا ہے۔ اور انسانی وحدت اور محبت و اخوت کا عملی محرک بنتا ہے۔ آپ نے نہایت واضح الفاظ میں الوصیت میں فرمایا۔ کہ

"اگر تم اپنے نفس میں درحقیقت مرجاؤ گے۔ تب تم خدا میں ظاہر ہو جاؤ گے۔ اور خدا تمہارے ساتھ ہوگا۔ اور وہ گھر بابرکت ہوگا جس میں تم رہتے ہوگے۔ اور ان دیواروں پر خدا کی رحمت نازل ہوگی جو تمہارے گھر کی دیواریں ہیں۔ اور شہر بابرکت ہوگا جہاں ایسا آدمی رہتا ہوگا۔ اگر تمہاری زندگی اور تمہاری موت تمہاری ہر ایک حرکت اور تمہاری نرمی اور گرمی محض خدا کے لئے ہو جائے گی۔ اور ہر ایک تلخی اور مصیبت کے وقت تم خدا کا امتحان نہیں کرو گے۔ اور تعلق کو نہیں توڑو گے۔ بلکہ قدم آگے بڑھاؤ گے۔ تو میں سچ سچ کہتا ہوں۔ کہ تم خدا کی

ایک احمدی کی دعا

(از جناب شیخ عبد الحکیم صاحب شملوی)

الٰہی نور سے اپنے منور مجھکو سینہ دے
عطا کر راحت دل اور معارف کا خزینہ دے

عطا کر معرفت اور بخشدے اپنی شناسائی
رضا پر تیری راضی ہو وہ دل دے اور سینہ دے

چلوں میں تیری راہوں پر مقدم ہو رضا تیری
جو بحر کفر وعصیاں سے نکالے وہ سفینہ دے

جیسے میں لیکے دنیا میں تیری توحید پھیلاؤں
میرے دل کی انگوٹھی کے لئے ایسا نگینہ دے

عطا توفیق کرنا نام احمدؐ جگ میں پہنچاؤں
چڑھوں میں ہر بلندی پر وہ طاقت دے وہ زینہ دے

الٰہی اپنے فضلوں سے میرے دنیا بنا جنت
وہ رحمت دے وہ راحت دے وہ عقبےٰ کا خزینہ دے

میری اولاد کو بھی اپنے فضلوں کا بنا وارث
انہیں دے نور عقل اور دل مثال آبگینہ دے

انہیں دے علم و عمر و رزق طیب تا ثمر ور ہوں
انہیں ذوق و رسائی تا بہ مکہ اور مدینہ دے

بنیں وہ خادم ملت ہوں ناصر دین احمدؐ کے
صداقت پر رہیں قائم وہ نوری انکو سینہ دے

تری حمد و ثنا دنیا میں ہو دن رات اے مولی
میرے محمودؑ کو یارب مقام طور سینا دے

گرے قدموں میں اس کے زیر ہو کر کبر فرعونی
جو قومیں نیک طینت ہوں انہیں تو جشم بینا دے

ایک خاص قوم بن جاؤ گے"۔ (الوصیت)

(۴)

غور کرو۔ اگر انسان میں یہ روح پیدا ہو جائے۔ وہ خدا کا ہو جاوے۔ اور خدا تعالےٰ کی محبت کی سعادت اسے حاصل ہو جاوے۔ پھر دنیا میں کون ہے۔ جو اس کا مقابلہ کر سکے یہی سِرّ ہے۔ کہ انبیاء علیہم السلام اور ان کے مخلص خدام کی جماعت جو خدا تعالےٰ کی وحی میں حزب اللّٰہ کہلاتی ہے ہر قسم کی مخالفتوں اور مصائب کے طوفان میں منصور و مظفر ہوتی ہے۔ اور دنیا کی کوئی طاقت انہیں اپنے مقام سے ہٹا نہیں سکتی ہے۔ لیکن اسی مقام کے حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ سالک ان تمام ابتلاؤں اور فتن میں ثابت قدم رہے۔ جو محض اس کے اصطفا اور ترقی کے لئے ضروری ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یوں تو ساری عمر ان امور کی طرف توجہ دلاتے رہے لیکن الوصیت اور اپنی آخری تصانیف میں خصوصیت سے آپ نے فتن اور حوادث کے متعلق بار بار جماعت کو متوجہ کیا۔ اور ایسے وقتوں میں انہیں ثابت قدم رہنے اور نورِ یقین سے لبریز رہنے کی ہدایت فرمائی۔ آپ نے ہم کو یہ سبق دیا۔ کہ ہم اپنے اندر پاکیزگی کی صحیح روح پیدا کریں اور ہر قسم کی گندگی اور پلیدی سے اپنے جسم اور روح کو بچائے رکھیں۔ ہمارے خیالات میں پاکیزگی ہو۔ اقوال میں پاکیزگی ہو۔ اعمال میں پاکیزگی ہو۔ اس کے لئے بھی آپ نے یہی فرمایا۔ کہ یہ روشنی بھی یقین کے ساتھ آتی ہے۔ چنانچہ آپ نے ایک مقام پر لکھا ہے:-

"گناہوں سے بچنے کے لئے اس نور کی تلاش میں لگنا چاہیئے۔ جو یقین کی کرار فوجوں کے ساتھ نازل ہوتا۔ اور ہمت بخشتا اور قوت بخشتا اور تمام شبہات کی غلاظتوں کو دھو دیتا اور دل کو صاف کرتا۔ اور خدا کی ہمسائیگی میں انسان کا گھر بنا دیتا ہے"۔ (کتاب البریہ)

(۵)

آپ نے ایک مرتبہ فرمایا۔ کہ

"ہر ایک آدمی سچی تبدیلی کا محتاج ہے جس میں تبدیلی نہیں وہ مَن کَانَ فِی ھٰذِہٖ اَعمٰی کا مصداق ہے۔ مجھے بہت سوز و گداز رہتا ہے۔ کہ جماعت میں ایک پاک تبدیلی ہو۔ جو نقشہ اپنی جماعت کی تبدیلی کا میرے دل میں ہے۔ وہ ابھی پیدا نہیں ہوا۔ اور اس حالت کو دیکھکر میری وہی حالت ہے لعلک باخع نفسک ان لا یکونوا مؤمنین۔

میں نہیں چاہتا۔ کہ چند الفاظ طوطے کی طرح بیعت کے وقت رٹ لئے جاویں۔ اس سے کچھ فائدہ نہیں۔ تزکیہ نفس کا علم حاصل کرو۔ کہ ضرورت اسی کی ہے۔ ہماری یہ غرض ہرگز نہیں۔ کہ مسیح کی وفات حیات پر جھگڑے اور مباحثے کرتے پھرو۔ یہ ایک ادنےٰ سی بات ہے۔ اسی پر بس نہیں۔ یہ تو ایک غلطی تھی جس کی ہم نے اصلاح کر دی لیکن ہمارا کام اور ہماری غرض ابھی اس سے بہت دور ہے اور وہ یہ ہے۔ کہ تم اپنے اندر ایک تبدیلی پیدا کرو۔ اور بالکل ایک نئے انسان بن جاؤ۔ اس لئے ہر ایک کو تم میں سے ضروری ہے۔ کہ وہ اس راز کو سمجھے۔ اور ایسی تبدیلی کرے۔ کہ وہ کہہ سکے کہ میں اور ہوں میں پھر کہتا ہوں۔ کہ یقیناً یقیناً جب تک ایک مدت تک ہماری صحبت میں رہ کر کوئی یہ نہ سمجھے۔ کہ میں اور ہو گیا ہوں ایسے فائدہ نہیں پہنچتا"۔ (الحکم ۲۲ر جولائی ۱۹۰۲ء)

اس قسم کے اقتباس حضرت کے ملفوظات آپ کی تصنیفات آپ کے مکتوبات میں اسی کثرت سے ہیں۔ کہ اگر ان سب کو جمع کیا جاوے۔ تو وہ ایک ضخیم کتاب ہو جاوے۔ آپ نے ہمیشہ جماعت کو پاکیزگی اور معرفتِ الٰہی کے اس بلند مینار کی طرف دعوت دی۔ جو نہ صرف اپنی رفعت شان کے لحاظ سے ممتاز ہوتا ہے۔ بلکہ وہ تاریکی سے نکال کر روشنی میں لاتا اور رستہ بھولے ہوئے انسانوں کے لئے رہنمائی کا ذریعہ ہو جاتا ہے۔ پس میرے عزیز بھائیو! حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیشہ ہمارے سامنے موت و حیات کے اس حقیقی فلسفہ کو رکھا جس کو سمجھنے کے بغیر انسان جو عرفِ عام میں چلتا پھرتا اور جیتا جاگتا ہو۔ وہ بھی مردہ ہوتا ہے۔ اور جس حقیقت کو پا لینے کے بعد انسان موت کے مقام سے اوپر چلا جاتا ہے۔ بظاہر اگر وہ طبعی موت کا شکار بھی ہو جائے تب بھی وقت کا فاتح کہلاتا ہے۔ اور حقیقی زندگی اس کی ہی ہوتی ہے۔

بقائے دوام کا تاج اس کے سر پر ہوتا ہے۔ ساری کائنات اس کے لئے مسخر کر دی جاتی ہے۔ اور اسے حقیقی رفعت اور عزت کا وارث بنا دیا جاتا ہے۔ پس ضرورت ہے۔ کہ ہم سب سے اوّل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی بعثت کی غرض کو سمجھ لیں۔ اور پھر آپ کی پاک سیرت کو اپنے لئے مشعلِ راہ بنائیں۔ اور ہماری زندگی کا عملی ضابطہ اپنے لئے اعمال کی روشنی میں ترتیب دیا جاوے۔ الفاظ اور اقوال سے گذر کر ہم اعمال کی دنیا میں داخل ہو جائیں۔ ہماری ساری قوتیں اور ساری طاقتیں ہمارے تمام وسائل اور ساری کوششیں اسی مقصد وحید کے حاصل کرنے کے لئے صرف ہوں۔ اور خدا تعالےٰ کے آستانہ پر ہماری رُوح اس طرح پر بہہ کر گرے۔ جیسے آبشار سے پانی گرتا ہے۔ پھر جس وہ گرتا ہُوا پانی ایک قوت اور بجلی کی رَو پیدا کر دیتا ہے۔ یقیناً ہمارے اندر وہ قوت اور طاقت پیدا ہو جائیگی جو ہر ایک قسم کے رذائل کے خس و خاشاک کو بہا لیجائیگی اور ایک مصفا نور معرفت اور یقین کا ہم میں پیدا ہوگا۔ لیکن اس کے لئے ضرورت ہے۔ کہ ہماری ساری توجہات کا مرکز اور محور وہ وجود ہو۔ جس کو خدا تعالےٰ نے ہماری رہنمائی کے لئے آپ برگزیدہ فرمایا ہے۔ یعنی حضرت خلیفۃ المسیح والمہدی ایدہ اللّٰہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔

اللّٰہ تعالےٰ ہم کو اس کی برکات اور فیوض سے بہرہ اندوز فرمائے۔ آمین۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور کسرِ صلیب

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی ایک بڑی غرض کسرِ صلیب تھی۔ خدا تعالےٰ نے آپ کو بڑے بڑے وعدوں کے ساتھ ایسے وقت میں بھیجا جبکہ دنیا کے بہت بڑے حصہ پر عباد مسیح حکومت کر رہے تھے۔ اور کوئی شخص انکے خدا کی موت کے متعلق نعرہ زن نہیں ہو سکتا۔ یہ حادثہ اپنے اثر اور وسعت کے لحاظ سے حضرت موسیٰ کے اس حادثہ قتل سے زیادہ گہرے اثرات رکھتا تھا جس میں فی الحقیقت انکا کوئی قصور نہ تھا۔ ایک ایسے انسان کے متعلق جسے غلطی سے خدا جان لیا گیا اس کے پرستاروں کی مملکت میں بیٹھکر یہ دعویٰ کرنا کہ وہ انسان تھا اور فوت ہو چکا ہے۔ ایک ایسے زلزلہ کا پیدا کرنا تھا۔ جو زمین اور اسکے مکان کو تہ و بالا کر دے۔ یا ایک ایسے آتش فشاں پہاڑ کا پھٹ نکلنا تھا جو اپنے دھواں دھار طوفان سے آس پاس کی ہر چیز کو تباہ کر دے۔ مگر خدا تعالیٰ غیر معمولی قوت اور غیر معمولی دل و گردہ ان لوگوں کو عطا کرتا ہے۔ جو اسکی طرف سے کسی ماموریت کے لئے مقرر کئے جاتے ہیں۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس قوت کو لیکر مبعوث ہوئے۔ اور ایک عیسائی سلطنت میں مسیحیت کی حقیقت کو ظاہر فرمانے لگے۔ انہوں نے دلائل سے یہ ثابت کیا۔ کہ مسیح ایک انسان تھا۔ اور انسانوں کی طرح فوت ہو گیا۔ چنانچہ جب اللّٰہ تعالےٰ کے حضور آپ کی واپسی کا وقت آیا وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہو چکے تھے اور انہوں نے ایک سرسبز باغ گلشن اسلام میں لہلہاتے ہوئے چھوڑا

بھر گیا باغ اب تو پھولوں سے ۔ آؤ بلبل چلیں کہ وقت آیا

آپکی قوت قدسی اور آپ کے مشن کا عکس حق پرستوں پر پڑا۔ چنانچہ مسیح کی خدائی کی نسبت ۱۹۰۸ء میں ہی ایک حق پرست پادری نے یوں لکھا۔

"آپ کا ایمان مسیح کی خدائی کی بابت جاتا رہا۔ یہ حالت آزمائش ہم سب پر گذری۔ یہ عقیدہ ہمارے مذہب کی اصلی رُوح نہیں۔ یہ عقیدہ دوسرے عقائد کی طرح تیدریج بنا ہے"۔

انجیلوں کو غور سے پڑھو۔ یسوع نے کبھی خدائی کا دعویٰ نہیں کیا۔ اگر کوئی خیال بھی کرتا تھا۔ تو وہ فوراً اس کی تردید کرتا تھا۔ اسکی دعا ایسے خیال کی تردید کرتی ہے۔ اسکے ہر لفظ سے ظاہر ہے۔ کہ وہ ایک متقی انسان کی عاجزانہ عرض ہے نہ یسوع کے شاگردوں نے کبھی ایسا خیال کیا۔ کہ یسوع کے دل میں خدائی کا خیال تھا۔ بلکہ یسوع نے انکو یہانتک منع کر دیا تھا ۴۲

---

۴۲ کہ وہ اسے نیدہ بھی نہ کہیں۔ کہ یہ بھی خدا کی صفت ہے؟ ایک سال یا دس سال میں انسان انسان بن جائیگا۔ جسطرح کلیسیا نے ابتدائی زمانہ میں ایک انسان کو خدا بنا دیا۔ اسی طرح ہم انیسویں صدی کے لوگ خوشی...... سے اس خدا کو انسان بنا دینگے۔ اور اگلی صدی ان باتوں کو پورا ہوتے دیکھ لیگی (آریہ مسافر دسمبر ۱۹۰۸ء) بے شک یہ اس زمانہ کے نبی اور رسول کی ایک بہت بڑی کامیابی تھی۔ کہ مسیح کی الوہیت کے خلاف ایک جذبہ پادریوں تک کے دلمیں پیدا ہو گیا۔

یادِ حبیبؑ

(الحاج مولانا نیرؔ مبلغ اسلام کی عاشقانہ قلم سے)

(۱)

۱۹۰۵ء کے ایام گرما تھے۔ اور تعطیلات موسمی میں ایک محبت بھرا دل لیکر قادیان میں حاضر تھا۔ مسیح پاک کے لئے ایک پوربی نظم کا تحفہ لایا تھا۔ اور دربار میں ادب سے کھڑے ہوکر جو کچھ عرض کیا۔ اس کا آخری حصہ حسب ذیل تھا:۔

گوالن پورب دیش سوئے تہارے دوار کا آئی۔
مہامنت کے لال جی کرپا کرو چیت لائی
نیرؔ میرو نام ہے نرد گوال کہات ! !
دودھوا ترے گیان کا بیچت ہوں دن رات
سکھیاں ہم سنگ دودھاں دوہو تم گوال !
تنک نجریا کھینچو ہمرے اور گوپال

دوستو! اس پر آنکھ اُٹھی۔ مجھے غور سے دیکھا اور اک نگاہ پہ دل کا فیصلہ کردیا اور دونوں جہانوں میں بیڑا پار کردیا؛

(۲)

میں سخت بیمار تھا۔ حضور کو لکھا۔ خط سامنے رکھکر لکھتا ہوں:۔

"افسوس کہ میری طبیعت اچھی ہوکر پھر بگڑ جاتی ہے۔ کل کسی قدر بخار پھر ہوگیا اور کل تمام دن زور سے کھانسی آتی رہی۔ رات ایک دفعہ کھانسی آئی۔ اور پسینہ آیا۔ صبح سے اب دس بجے تک بڑے زور سے تین دفعہ آچکی ہے۔ آنکھوں سے پانی نکل پڑتا ہے۔ سخت تکلیف ہوتی ہے۔ میرے لئے دعا فرمادیں۔ اور کوئی دوا بھی عنایت کریں۔ انشاء اللہ اسی سے شفا بخشے۔ افسوس! میں نے کچھ بھی نہیں کیا۔ میری خواہش تھی۔ کہ حضور کی مزید کامیابی دیکھوں۔ خدا معلوم اب میسر آئے گی یا نہیں۔ خیر میں دعا سے ناامید نہیں۔ میرے لئے زور سے دعا فرمائیں" ۱۴؍ فروری ۱۹۰۷ء

بڑے ترنم کے ساتھ پھر اس خط میں رکھتا ہوں۔ اور امید ہے کہ آج اس غریب نادار۔ بیمار کے لئے خاص توجہ سے دعا کی جائے گی"

دوستو! سوت کی انٹی کے ساتھ یوسف کی خریداری۔ مسیح موعودؑ سے زور کے ساتھ خاص توجہ سے دعا کی درخواست اور پھر نذرانہ۔

اب دیکھو! سرکار کا لطف وکرم اور غریب نوازی اس خط پر تحریر ہے۔

"السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ؛

انشاء اللہ میں زور سے دعا کروں گا۔ اور کوئی دوا بھی تجویز کروں گا۔ ہر دوسرے تیسرے دن یاد دلاتے رہیں۔" والسلام۔ میرزا غلام احمدؐ۔

(۳)

بیماری کے سلسلہ میں ایک اور خط سامنے ہے۔ میں لکھتا ہوں۔

"ابھی میرے دل میں بہت امیدیں ہیں۔ اور کچھ اور خدمت کرنا چاہتا ہوں۔ اللہ کرے میں حضور کی مزید کامیابی دیکھ سکوں۔ میری صحت کے لئے دعا فرمادیں مجھے سخت گھبراہٹ ہے"

ڈاکٹر کہتے ہیں بایاں پھیپھڑا خراب ہوچکا ہے۔ زندگی کی امید نہیں۔ مگر مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔

"السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ؛

انشاء اللہ میں بہت دعا کروں گا۔ مجھے کلّی صحت تک یاد دلاتے رہیں۔ کل سے میں بھی دردِ جگر میں بیمار ہوں۔ والسلام۔ مرزا غلام احمدؐ۔

ملاحظہ ہو۔ کلّی صحت کی قبل از وقت خبر اور باوجود دردِ جگر بہت دعا کرنے کا وعدہ یہ تھے مسیح موعود کے احسانات اور یہ ہے حضور کا معجزہ کہ گلے پھیپھڑوں نے یورپ کی برف میں اور افریقہ کی سموم میں کام کیا ؎

میرا دم معجزہ ہے انکے دم انکی توجہ کا ؛ میں زندہ ہوں اگرچہ قصۂ لازر ہے افسانہ

(۴)

اگست ۱۹۲۱ء تھا اور میں گولڈ کوسٹ میں تھا۔ گھبراہٹ تھی۔ حضور کی یاد تھی۔ بحرِ ظلمات کے کنارے سالٹ پانڈ کے شوریلے اور گستاخ ساحل پر بیٹھکر میں نے گایا ؎

میرے سر پر جنوں ہے دل میں جلن میرا چین گیا میری نیند گئی
مجھے یاد جو آیا سیمیں تن میرا چین گیا میری نیند گئی
میری بتیاں پکڑ کے گلے سے لگا میرے سینہ سے سینہ کو اپنے ملا
ہائے سینہ میں جلتی ہے برہا اگن میرا چین گیا میری نیند گئی
نیرے لختِ جگر کی صورت ہے محمود کی موہنی مورت ہے
ہائے وہ بھی دور ہے دُور وطن میرا چین گیا میری نیند گئی
تیرا نیرؔ خستہ جگر ہے جہاں اسے جنگ میں برد بحر سے وہاں
لیجو اس کی کھبر تورے لاگے چرن میرا چین گیا میری نیند گئی

اس کا جواب ملا۔ آقائے غریب نواز آئے گلے سے لگا لیا۔ تب اسی ساحل پر اسی جگہ بلبل نے یادِ گل میں ترانۂ خوشی گایا ؎

سوئے لیکھ سکھی میرے جاگ پڑے سوکھے برجھ بھی کئے ان ہرے
ملا آکے گلے سے جو بانکا بلم مجھے چین پڑا مجھے نیند پڑی
میری دکھوں میں ساری عمر کٹی مجھے غم کی ہمیشہ سے روزی ہٹی
ہوا فضل رقم گئے رنج و ہم مجھے چین پڑا مجھے نیند پڑی
میں نے صف کو عدو کی ہے چیر دیا یک قلم لعیں تسخیر کیا
لیا ہاتھ میں مہدی کا جب سے علم مجھے چین پڑا مجھے نیند پڑی

(۵)

یادِ حبیب میں سفر پر جاتے ہوئے بے ربط باتیں لکھدی ہیں۔ آج کا دن کیا ہے کوئی ذیل کے چند جذبات نیرؔ پڑھ لے ؎

راتیں کٹی ہوں جس کی جاناں کے درد وغم میں
وہ جانتا ہے جاں کی عاشق کے جاں کنی کو
آنکھوں کا میرے پانی بادِ صبا تو لے جا
اس گل کی جا کے دینا ہر ایک پنکھڑی کو
زر ہے نہ پر ہے آخر کیا تحفہ ان کو بھیجوں
بیجا نسیم سحری اس میری بے بسی کو
پیش از وصال مشکل گو ہے وصالِ جاناں
رؤیا میں آکے لیکن ملتے ہیں احمدی کو
جاناں تمہارے منہ سے نیرؔ میں نور چمکا !
کیا منہ تھا ورنہ اس کا پاتا جو روشنی کو

آخری الفاظ

اور وہ الفاظ جو رفیق اعلیٰ سے ملتے ہوئے آپ نے فرمائے۔ "اے میرے پیارے! اے میرے پیارے!! اے میرے پیارے اللہ۔ اے میرے پیارے اللہ۔

آخری نماز

۲۶؍ مئی کی صبح کو جب فجر کی نماز کی اذان کان میں پڑی۔ تو پوچھا۔ کیا صبح ہوگئی ہے۔ جواب ملنے پر فجر کی نماز کی نیت باندھی۔ اور ادا فرمائی۔ یہ آپ کی آخری نماز تھی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے احسانات

از جناب حکیم خلیل احمد صاحب آف مونگھیر بہار

لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِھِمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝

(پارہ ۴ النصف)

جبکہ ریگستانِ عرب کے وہ ذرّات جو کہ انوارِ نبوت کے پَرتو سے عالم تاب ہو گئے تھے۔ بوجہ بُعدِ زمانی و مکانی بے نور ہو گئے (اذا الشمس کورت) جبکہ وہ باقیات الصالحات علماء جو کہ ٹمٹماتے ہوئے ستاروں کے مانند تاریکی میں نظر آتے تھے۔ ایک ایک کرکے آسمانِ اسلام سے غائب ہو گئے (و اذا النجوم انکدرت) جبکہ کوہ وقار اسلامی سلطنتیں جو کہ اسلامی شعار کی ضامن تھیں غفلت شعار ہو گئیں۔ اور خواہشات دنیا میں مبتلا ہو کر آخر کار ٹکڑے ٹکڑے ہو گئیں۔ (و اذا الجبال سیرت) جبکہ جزائر اور بیابانوں کے وحوش نے باغِ اسلام کو پامال کرنا شروع کر دیا۔ اور بھیڑیئے اور درندوں نے فرزندان اسلام کو اسلام کی چار دیواری سے اُچک لینا شروع کیا۔ (و اذا الوحوش حشرت) جبکہ اسلام کے پُرشور سمندر کا مد دیکھتے دیکھتے تنزلی کی خاموش جزر سے بدل گیا۔ اور علوم و فنون کے رواں دریا خشک ہو گئے۔ (و اذا البحار سجرت) اور جبکہ ظلم و عدوان، عصیان و طغیان، کفر و اباحت نے مطلعِ اسلام کو تاریک کر دیا۔ (و اللیل اذا عسعس) یکایک افقِ مغرب سے پَو پھوٹی (و الصبح اذا تنفس) ظلمتِ کفر نے اپنی سیاہ چادر لپیٹی۔ نور کا تڑکا ہوا۔ وہ خورشیدِ رسالت جو اپنی جلالی شان کے ساتھ فاران کی چوٹی پر جلوہ گر ہوا تھا اپنی جمالی شان کے ساتھ قادیان سے پھر نور بار ہوا۔

(و اذا الرسول اقتت) ایمان کی روشنی جو دنیا سے الوپ ہو گئی تھی۔ اور ثریا پر چلی گئی تھی۔ دوبارہ زمین پر آئی۔ اور بڑی چمک دمک کے ساتھ آئی۔ یعنی راہ ہدایت و صواب دکھانے والا ہادی و مہدی، اسلام کے چہرہ سے جہالت کی سیاہ نقاب الٹ کر اس کا منور و دلکش چہرہ دکھانیوالا، مجددِ شریعت، صدیوں کی الجھی ہوئی گتھیوں کو سلجھانیوالا حکم و عدل، مخالفینِ اسلام کی مخالفانہ تالیف و تصنیفات پر خطِ نسخ کھینچنے والا سلطان القلم، انبیاء سابقین کی خوبصورت مگر نظر سے اوجھل صورتوں کی رونمائی کرنے والا "حسین کمترہ" جری اللہ فی حلل الانبیاء، مسیح اسرائیلی کا مثیل مگر شان میں افضل، سید المرسلین خاتم النبیین کا بروزِ اکمل۔ آپ کی زبانِ نبوت کا ترجمان نبی اللہ آیا، با کرّ و فر آیا، با فتح و ظفر آیا۔ بہ تیغ و تبر آیا۔ قرنا کی گونج کے ساتھ، براہین و فرامین کے ساتھ، نشانات اور معجزات کے ساتھ آیا۔ ؎ یک نظر سوئے ایں نگارے کن اُس نے آ کر فرمایا:۔

غافلاں من زیار آمدہ ام ؛ ہمچو بادِ بہار آمدہ ام
آمدم آں زماں کہ بادِ خزاں ؛ کرد یکسر ریاضِ دیں ویراں
آمدم تا نگار باز آید ؛ بے دلاں را قرار باز آید
نعرہ ہا می زنم بر آبِ زلال
ہمچو مادر دواں پئے اطفال

انبیاء کی عظمت کا پتہ اُن کے کاموں سے لگتا ہے جسقدر مفیدِ عالم اُن کے کام ہوتے ہیں۔ اُسی قدر ان کے احسانات کا دائرہ وسیع ہوتا ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے محبوب و مطاع، سرورِ انبیاء سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقشِ قدم پر سارے عالم کی طرف پیغامبر بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ اس لئے آپ کے کاموں کا دائرہ بھی وسیع اور آپ کے احسانات بھی عالمگیر ہیں۔ کسی خاص ملک یا کسی خاص قوم یا کسی خاص جماعت پر آپ نے احسان نہیں کئے ہیں۔ بلکہ شرق و غرب پر شمال و جنوب پر، کالے اور گورے پر شاہ و گدا پر، عالم و جاہل پر، غرضیکہ ہمہ عالم پر آپ نے احسان کئے ہیں۔ کوئی فرد دنیا میں ایسا نہیں۔ جو آپکا زیر بارِ احسان نہ ہو۔ یہ کوئی شاعرانہ مبالغہ نہیں۔ بلکہ حقیقت ہے۔ گو اس وقت کی دنیا انکار کرے۔ اور اپنے اس محسنِ اعظم کی شکر گذار نہ ہو۔ لیکن حق ظاہر ہو کر رہے گا۔ اور دنیا خصوصًا مذہبی دنیا کو اپنے محسنِ حقیقی کا شکر گذار ہونا ہوگا۔

اگر تفصیل سے لکھا جائے۔ تو آپ کے احسانات کی تقسیم و تبویب بہت ہو سکتی ہے۔ گھنٹوں نہیں بلکہ دنوں اور مہینوں آپ کے احسانات بیان کئے جا سکتے ہیں۔ چونکہ "الحکم" کے محدود اوراق اس عظیم الشان مضمون کے لئے کافی نہیں ہیں۔ اس لئے میں اجمال بھی نہیں بلکہ اشارات پر کفایت کروں گا۔ ؎

داماں نگہ تنگ و گلِ حسنِ تو بسیار
گلچیں بہار تو ز داماں گلہ دارد

نفسِ مذہب پر آپکا احسان

موجودہ دنیا، سائنس اور فلسفہ کی دنیا اپنے تمام مادی حربہ اور آلات سے مسلح ہو کر مذہب اور اس کے نام و نشان کو نیست و نابود کرنے کیلئے تیار تھی۔ مذہب کو ننگِ انسانیت و تہذیب، باعث فتنہ و فساد اور سبب خونریزی و خونخواری سمجھا جانے لگا تھا۔ اہل مذہب مبہوت و ششدر تھے۔ ہر میدان میں شکست پر شکست کھا رہے تھے۔ لیڈرانِ قوم اور مدعیانِ اصلاح کی زبانوں اور ان کے قلموں پر فلسفۂ یورپ نے وہ رعب جمایا تھا۔ کہ اللہ کا لفظ بولنے اور لکھنے میں جھینپتے تھے اور حرف "قدرت" کا لفظ استعمال کیا کرتے تھے۔ ارکانِ مذہب اور ایمانیات و اعتقادات کا فلسفیانہ ثبوت تو ایک کارِ مشکل تھا۔ غلامی اور تعدد ازدواج وغیرہ مسائل پر اپولوجیاں مانگی جا رہی تھیں۔ وحی۔ الہام۔ ملائکہ۔ دعاء اور عذاب دوزخ وغیرہ پر تمسخر کیا جا رہا تھا۔ جنت و نعمائے جنت پر پھبتیاں اڑائی جاتی تھیں۔ اور کہا جاتا تھا۔ کہ ؎

دل کے بہلانے کو غالبؔ یہ خیال اچھا ہے

وہ کونسا انسان ہے۔ جس نے چودھویں صدی میں آ کر مادیات کی زبردست طاقتوں کے مقابلہ میں مذہب کی حقانیت اور برتری حجج بالغہ و دلائل قاطعہ، شواہد یقینیہ، مشاہدات عینیہ اور تازہ بتازہ الہامات رّبانیہ سے ثابت کی اور صداقت مذہب کا نہ خم کھانیوالا پرچم عالم میں لہرایا۔ وہ اس معمورۂ عالم کا محسنِ اعظم ہمارا آقا، حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسّلام ہے۔ زمانہ موجودہ میں اقلیمِ مذہب کے اس بادشاہ کے اس جہادِ اکبر کو اس کی مقدس کتابوں کو اگر دیکھو گے۔ تو معلوم ہو جائیگا۔ کہ کس حُسن و خوبی سے جسمانیات اور روحانیات یا بالفاظ دیگر خدا کی فعلی کتاب میں تطبیق دیکر مذہب کی ناگزیز ضرورت اور فوقیت ثابت کی ہے۔ "من شاء فلیسر جمع الی الکتبۃ المقدسہ"

عیسائی دنیا پر آپکا احسانِ عظیم

قومی تقسیم میں آنجناب کا احسان بہت بڑا اس قوم پر ہے جو کہ ربع مسکون کے ایک بڑے حصّہ پر حکمران اور قابض ہے۔ وہ عیسائی قوم ہے۔ کوئی عیسائی یہ کہ سکتا ہے کہ مرزا صاحب کا عیسائیوں پر کس طرح احسان ثابت ہو سکتا ہے۔ انہوں نے تو عیسائیت کے چہرہ پر تبر رکھدیا۔ صلیب کے ٹکڑے کر دیئے۔ یہ کیسا احسان ہے۔ مَیں کہونگا۔ کہ بیشک حضرت مرزا صاحب نے دلائل سے صلیب کے پرخچے اڑا دیئے۔ لیکن عیسائیوں اور خود حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی محبت کیلئے دشمنی کے لئے نہیں۔ اب کوئی سلیم الفطرت عیسائی جس کے دل میں حضرت مسیح علیہ السلام کی حقیقی محبت ہے۔ اس احسان کو سمجھنے کے بعد صلیب کو پھر جوڑنے اور کھڑی کرنے کی جرأت نہیں کریگا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دنیا کے تمام عیسائی بادشاہوں پر کلیساؤں کے تمام پادریوں اور بشپوں پر روم کے پاپائے اعظم پر اور ہر عیسائی پر احسانِ عظیم کیا ہے۔ وہ احسان کیا ہے جس کی وجہ سے دنیا کے سارے عیسائیوں کو آپکا مرہونِ منت ہونا چاہیئے۔

وہ خدا کے برگزیدہ رسول، اس کے پیارے اور مقرب بندے "وجیہاً فی الدنیا والآخرہ" حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معاذ اللہ تین دن کیلئے ملعون سمجھنے کا روح کو کپکپا دینے والا اور نادانی سے اس کو مدار نجات سمجھنے کا خطرناک عقیدہ ہے جسپر نافہمی سے عیسائیوں کو فخر و ناز ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مسیح علیہ السلام کی اس سے بریّت ثابت کی۔ اور اعلان فرمایا۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام نے ہرگز لعنتی موت اختیار نہ کی۔ بلکہ طبعی موت سے مرفوع الی اللہ ہوئے۔ وہ تین دن کے لئے کیا تین سیکنڈ کے لئے بھی ملعون نہیں ہوئے۔ اور نہ دوزخ میں رہے۔ اور آپ نے اس عقیدت کو اناجیل مروّجہ قرآن پاک کی آیاتِ مطہرہ اور تاریخ صحیحہ سے مبرہن طور پر واضح فرمایا۔ یہاں تک کہ آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر تک دکھادی (دیکھو۔ "مسیح ہندوستان میں" و دیگر کتب حضرت مسیح موعودؑ) آپ نے ہمدردی سے سمجھایا۔ کہ اے قوم مسیحی! جو کہ مسیح علیہ السلام کی محبت کا دعویٰ کرتی ہے۔! آنکھیں کھول اور دیکھ کہ یہ مسیح علیہ السلام سے محبت نہیں۔ بلکہ دشمنی ہے۔ مسیح اور لعنت کیسی روح میں لرزہ پیدا کرنے والی بات ہے سفیدی کا سیاہی سے کیا تعلق ہے۔ نبوت کا لعنت سے کیا جوڑ ہے۔

دُنیا کی تمام اقوام پر عموماً اور ہندوستان کے ہندوؤں پر خصوصاً آپکا احسان

آپ کا احسان ہندوؤں پر بھی ہے۔ اور نہ صرف ہندوؤں پر بلکہ جو اصل آپ نے پیش فرمایا۔ اس کی رُو سے تمام اقوام عالم پر آپکا احسان ثابت ہوتا ہے۔ اہل اسلام مانتے ہیں۔ کہ تمام صداقتیں قرآن مجید میں درج ہیں۔ لیکن موجودہ زمانہ کے لحاظ سے اکثر صداقتوں کا تفصیلی اظہار اور اس کی ترویج و تبلیغ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھوں مقدر تھی۔ آپ کے ارشاد کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ جسطرح جسمانیات میں خدا کی ربوبیت ہر قوم اور ہر ملک کے لئے عام ہے۔ اسی طرح عالم روحانیات میں بھی اس کی ربوبیت عام ہے۔ رب العٰلمین نے کسی قوم اور ملک کے ساتھ بخل سے کام نہیں لیا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ "لِکُلِّ قومٍ ھاد"۔ "وان من امّۃ الّا خلا فیھا نذیر"۔ "وان من قریۃ الّا خلا فیھا نذیر"۔ چنانچہ قرآن شریف کی روشنی میں آپ نے ہندوستان میں بھی انبیاء اور ہادی کو دیکھا۔ اور فرمایا کہ حضرت کرشن اور حضرت رامچندر وغیرہ خدا کے فرستادہ اور انبیاء میں سے تھے۔ آپ نے اپنی جماعت سے ان کو منوایا اور ان پر ایمان لانے کی تلقین فرمائی۔ کیا ہندوستان کے ہندو لیڈروں۔ جگت گوروؤں۔ مہاتماؤں سوامیوں اور پنڈتوں میں یہ قدرت تھی۔ کہ مسلمانوں سے اپنے اوتاروں اور رشیوں کے صداقتوں کا اقرار لیں۔ اور نبیوں جیسی عزت و احترام کا جذبہ دل میں پیدا کرالیں؟ نہیں! نہیں! ہرگز نہیں! یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہندوؤں پر احسان ہے۔ اس صداقت کے اظہار پر آپ کو اور آپ کی جماعت کو عوام مسلمانوں کی طرف سے اذیتیں اور تکلیفیں پہنچی رہی ہیں۔ چنانچہ مونگھیر کی مسجد کے مقدمہ میں احمدیوں کو مسجد سے نکال دینے کے وجوہات میں سے یہ دلیل بھی پیش کی گئی تھی۔ کہ چونکہ مرزائی کرشن وغیرہ کو نبی مانتے ہیں۔ اسلئے کافر ہیں۔ مسجد میں نہیں داخل ہو سکتے ہیں۔ مگر اب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ پیش کردہ صداقت اسقدر آشکارہ ہوگئی ہے۔ کہ غیر احمدی تعلیم یافتہ گروہ بھی حضرت کرشن وغیرہ کو نبی کہنے اور لکھنے لگا ہے۔ برادران وطن اس محسن کا شکریہ ادا کریں۔ کیا آپ کے پہلے وید کے ساتھ مقدس اور اور کرشن کے ساتھ علیہ السلام کسی مسلمان کی زبان اور قلم سے ادا ہوئے تھے۔ آج بھی عام علماء خصوصاً جمعیتی علماء جو کہ کانگرس اور ہندو مسلم اتحاد کے بھی بڑے شیدائی کہے جاتے ہیں۔ اس صداقت کے اظہار کی جرأت ہوئی؟ ایمانی رنگ میں نہ صحیح سیاسی رنگ میں ہی صحیح ہرگز نہیں۔ یہ فرستادگانِ خدا ہی کا کام ہے کہ وہ بلاخوف لومۃ لائم صداقت کا برملا اظہار کیا کرتے ہیں۔

سِکھوں پر احسان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا احسان پنجاب کی ایک مشہور اور بہادر قوم سِکھ پر بھی ہے آپ نے ثابت کیا ہے۔ کہ حضرت بابا نانک رحؒ ایک پاکباز انسان اور سچے ولی اللہ تھے۔

میں ایک بار قادیان جارہا تھا۔ گاڑی پر مجھے ایک سکھ سردار ملا۔ مجھ سے پوچھا کہ مرزا جی! مرزا صاحب نے آکر کیا کیا؟ میں نے کہا۔ حضرت مرزا صاحب مسیح موعود علیہ السلام نے جو کام آپ کی قوم کے لئے کیا ہے۔ وہ کام آپ کے اسکولوں کے ماسٹر کالج کے پروفیسر اور آپ کی قوم کے لیڈر نہیں کر سکتے تھے۔ وہ یہ ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت بابا نانک رحؒ کو ولی اللہ ثابت کرکے ان کی عزت مسلمانوں کے دلوں میں بٹھادی ہے۔ یہ سنکر سردار صاحب خاموش ہوگئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا احسان ہر فرد انسان پر

ممکن ہے۔ کہ کوئی جلد باز انسان اس دعویٰ کو مبالغہ سمجھے۔ لیکن یہ مبالغہ نہیں بلکہ واقعہ اور حقیقت ہے۔ کہ آپ نے ہر شخص انسان پر احسان کیا ہے۔ ایک ایسی چیز جو کہ انسانی زندگی کی غائت ہے۔ اور جس کیلئے تمام دنیا

المقالات فی الکلمات

اِس جگہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زبانِ مبارک سے نکلے ہوئے چند ایسے کلمات جمع کئے جاتے ہیں۔ جو اگرچہ کلمات ہیں۔ مگر وہ حقائق و معارف اور سیرت طیبہ کے اسقدر وسیع الواب اپنے اندر رکھتے ہیں۔ کہ اُن پر کتابیں لکھی جاسکتی ہیں۔ "ایڈیٹر"

۱۔ فرمایا: "اگر انسانوں میں تقویٰ ہوتا۔ تو پرندوں کی طرح بھوکے نکلتے۔ اور پیٹ بھر کر واپس آتے۔" (سیرت کریمی)

۲۔ آگ لگ چکی ہے۔ اٹھو! اور اس آگ کو اپنے آنسوؤں سے بجھاؤ۔ (تبلیغ رسالت)

۳۔ نجات کے طلبگار کو خدا کی راہ میں نفس کے شترِ بے مہار کو مجاہدات سے ایسا دبلا کر دینا چاہیئے۔ کہ وہ سوئی کے ناکہ میں سے گذر جائے۔ (الحکم ۳)

۴۔ ہر ایک نشہ جو ہمیشہ کیلئے عادت کر لیا جاتا ہے وہ دماغ کو خراب کرتا ہے۔ اور آخر ہلاک کرتا ہے۔ (کشتی نوح)

۵۔ میرا مذہب تو یہ ہے۔ کہ اگر دس دن بھر نماز سنوار کر پڑھیں۔ تو تنویر قلب ہوجاتی ہے۔ (الحکم)

۶۔ دوستو! تم اس مسافر خانہ میں محض چند روز کے لئے ہو۔ اپنے اصلی گھروں کو یاد کرو۔ (اربعین ۲)

۷۔ حقیقی زندگی وصال الہیٰ سے حاصل ہوتی ہے۔ (چشمہ مسیحی)

۸۔ دنیا خدا کے نزدیک مردار کی طرح ہے۔ اور خدا کو ڈھونڈنے والے ہرگز دنیا کو عزت نہیں دیتے۔ (تبلیغ رسالت ششم)

۹۔ خدا برحق ہے۔ لیکن اس کا چہرہ دیکھنے کا آئینہ وہ مونہہ ہیں جنپر اس کے عشق بارشیں ہوئیں۔ (براہین احمدیہ پنجم)

۱۰۔ انسان کا نفس اور اس کے تمام قوٰے اور آنکھ کی بینائی اور کانوں کی شنوائی اور زبان کی گویائی اور ہاتھوں اور پیروں کی قوت یہ سب خداتعالےٰ کی امانتیں ہیں۔ (براہین پنجم)

۱۱۔ وہ ایمان جو خدشات اور توہمات سے بھرا ہوا ہے۔ کوئی نیک نتیجہ پیدا کرنیوالا نہیں ہوگا۔ (الحکم)

۱۲۔ میں سچ سچ کہتا ہوں۔ کہ اگر تمام لوگ مجھے چھوڑ دیں۔ اور ایک بھی میرے ساتھ نہ رہے۔ تو میرا خدا میرے لئے ایک اور قوم پیدا کریگا۔ جو صدق و وفا میں ان سے بہتر ہوگی۔ (الحکم)

۱۳۔ متکبر کسی خدا کی پرستش نہیں کرتا۔ بلکہ وہ اپنی پرستش کرتا ہے۔ (سیرت کریمی)

کے عقلاء اور حکماء اور علماء سرگردان تھے۔ جس کی ضرورت ایک ادنیٰ انسان سے لیکر بڑے سے بڑے شہنشاہ کو بھی ہے۔ وہ حیّ و قیوم خدا ہے۔ اُس کا یقینی پتہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دیا۔ دنیا خاموش تھی۔ اور اس حقیقی یگانہ اور زندہ خدا کا پتہ نہ یروشلم میں مل سکتا تھا۔ جہاں کہ ہزاروں انبیاء مبعوث ہوئے۔ اور نہ موجودہ زمانہ میں ارضِ حجاز میں مل سکتا تھا۔ نہ پارسیوں کے آتش کدہ میں اس کی کوئی جھلک نظر آتی تھی۔ نہ ہندوستان کے مندروں میں، نہ مصر کے جامعہ ازہر میں، نہ آکسفورڈ، نہ کیمبرج اور نہ علی گڑھ کی یونیورسٹی میں نہ دیوبند کے مدرسہ میں اس کا پتہ مل سکتا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اُس خدا کو دکھایا۔ جو کہ آدمؑ نوحؑ۔ ابراہیمؑ۔ موسیٰؑ۔ عیسیٰ علیہم السلام اور سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا ہے۔ جو کہ اپنے خاص بندوں سے اب بھی بولتا ہے۔ اور باتیں کرتا ہے جیسا کہ پہلے باتیں کرتا تھا۔ اور اب بھی سنتا ہے۔ جیسا کہ پہلے سنتا تھا۔ اسی لئے آپ فرماتے ہیں ؎

آں خدائیکہ ازو اہلِ جہاں بے خبر اند
برمن او نمود است گر اہلی بہ پذیر

آپ کے علمی احسانات

آپ نے قرآن مجید کے وہ معارف اور اسرار غامضہ کو بیان فرمایا جسکو باستثنائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی نے آجتک نہیں بیان کیا تھا۔ اِن معارف سے یار و اغیار دونوں نے فائدہ حاصل کیا۔ آپ کی آمد سے قبل عام مسلمانوں کو قرآن سے ایسی محبت اور دلچسپی نہیں تھی۔ جیسی اب پیدا ہوگئی ہے۔ اور یہ اُن کا احسان ہے۔

مقطعات

قرآن کے حروف مقطعات یہہ ایک راز سربستہ تھا۔ جن کو مسئلہ لاینحل سمجھا گیا تھا۔ آپ نے ان کی معانی اور معارف کو ظاہر فرمایا۔

قرآنی قسمونکی فلاسفی سمجھائی

پھر قرآن شریف میں سورج چاند ستارے اور دوسری چیزوں کی قسمیں کھائی گئی ہیں۔ آپ سے پہلے کسی نے قسموں کی حقیقت کو ظاہر نہیں کیا تھا۔ جب آپ نے قرآنی قسموں کی حقیقت کو ظاہر فرمایا۔ تو مخالفین علماء نے بھی اس سے فائدہ اٹھایا۔ لیکن افسوس کہ اس محسن کا شکریہ ادا نہیں کیا۔

مولانا ابوالکلام اور مولوی ثناء اللہ کی زلہ ربائیاں

غیر احمدیوں میں سب سے زیادہ قرآن دانی کا دعویٰ کرنے والے اور قرآن سے استدلال کرنے والے مولوی ابوالکلام آزاد ہیں۔ وہ ایک جگہ قسم کی فلاسفی بیان کرتے ہیں۔ اور اس طرح بیان کرتے ہیں۔ کہ گویا خود اُن کے کاوش اور فکر کا نتیجہ ہے۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کے پہلے آئینہ کمالات اسلام و دیگر کتب میں بڑی وضاحت سے بیان فرمایا ہے۔

"مولوی ابوالکلام البلاغ ۸ ۔ ۱۵ و ۲۲ جلد ایک میں فخریہ لکھتے ہیں۔ قسم کے معنی شہادت کے ہیں۔ اور دلالت کے ہیں۔ وہ ایک شاہد ہے۔ جو کہ اپنے مابعد کے دعوے کیلئے پیش کیا ہے۔ قسم کا مقصد استشہاد ہوتا ہے۔ ہم خدا کی قسم کھاتے ہیں۔ یعنی کہتے ہیں۔ کہ خدا شاہد ہے ہم نے جھوٹ نہ بولا۔ سورہ والفجر میں ھل فی ذالک قسم الذی حجا یعنی اف افک لرسول اللہ۔ اللہ تعالےٰ نے ان کی تکذیب کی اور کہا۔ اتخذوا ایمانھم جنۃ۔ خود خدا نے خود ہی شہادت کو قسم سے تعبیر کیا ہے لیکن چونکہ عوام مفسرین و متاخرین نے اِس حقیقت پر غور نہیں کیا۔ اس لئے وہ اس دھوکا میں پڑ گئے۔ کہ قسم ان چیزوں کی کھائی جاتی ہے جنمیں بڑائی اور عظمت ہو۔ اس لئے تمام قسموں میں صرف عظمت کو ہی تلاش کرتے ہیں۔ امام رازی گو فرماتے ہیں۔ کہ قسم ایک طرح کی دلیل ہے۔ لیکن چونکہ اصل حقیقت سے پوری طرح متاثر نہیں۔ اسلئے غلطی کو شروع کر دیتے ہیں۔"

اِسی طرح مولوی ثناء اللہ نے بھی قسم کی فلاسفی کو جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیان کی ہے۔ اپنی کتاب "ترک اسلام" میں لیا ہے۔

آپ نے دُعا کا فلسفہ بیان فرمایا

مسئلہ دُعا پر کسقدر اعتراض ہوتے تھے۔ خود مسلمان کہلانے والے اس کے منکر ہوگئے تھے۔ سرسید جیسے لوگوں نے اس پر اعتراض کئے۔ مگر آپ نے نہ صرف اس کی فلاسفی بیان فرمائی۔ بلکہ مشاہدہ کرا دیا۔ اور دکھا دیا کہ یہہ دُعاء ہوتی ہے۔ ایک مقام پر آپ فرماتے فرماتے ہیں ؎

اےکہ گوئی گر دعاء ہا را اثر بودے کجاست
قصہ کوتاہ کن بہ بیں از ما دُعائے مستجاب

(دیکھو برکات الدعاء)

چنانچہ الیسا ہی آپ کے دعاء کے فلسفیانہ مضمون کو آپکی کتاب ایام صلح صفحہ ۲ سے لفظ بلفظ اور حرف بحرف نقل کرکے ایک شخص قمرالدین نامی نے گجرات کے ایک رسالہ حکمت کے نمبر ۲ میں اپنا کر کے شائع کیا ہے۔

دوزخ اور جنت کی فلاسفی بیان فرمائی

دوزخ اور جنت کو علماء جس رنگ میں پیش کیا کرتے تھے وہ ایسے تھے کہ جن پر سینکڑوں اعتراض وارد ہوتے تھے۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا احسان عظیم ہے۔ کہ دوزخ اور جنت کی حقیقت الیسی سمجھائی۔ کہ کسی دشمن اسلام کو آپ کی پیش کردہ حقیقت کے مقابلہ میں اعتراض کا حوصلہ نہیں ہو سکتا۔ آپ کا یہ اعجاز ہے۔ کہ دوزخ اور جنت کی حقیقت کو قرآن ہی سے پیش کیا ہے۔ اور احادیث نبویہ کو بھی ہاتھ سے نہیں دیا ہے۔ مولانا ابوالکلام صاحب آزاد دوزخ اور جنت کے متعلق آپ کے پیش کردہ فلسفہ کا چربہ اتارنے سے بھی نہیں چوکے ہیں۔

فرشتونکی حقیقت بتا کر اسلامی دنیا پر آپ نے احسان کیا

فرشتوں کی حقیقت پر جو اعتراضات یورپ کے دہریوں نے ہندوستان کے برہموؤں اور آریوں نے، علی گڑھ کے تعلیم یافتہ لوگوں نے کئے ہیں۔ وہ عیاں اور بیاں ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہ صرف فلسفانہ طور پر فرشتوں کی حقیقت ثابت کی بلکہ مشاہدات سے اور ان کے کاموں کے اثرات سے اُن کے وجود کو ثابت فرمایا۔ ہمارے مخالف علماء کہہ سکتے ہیں۔ کہ گو دہریہ طبع لوگ وجود ملائکہ کے منکر ہیں۔ لیکن ہم اُن کے وجود کے منکر نہیں۔ فرشتوں کے وجود پر یقین کرنا ہمارے ایمانیات میں سے ہے۔ میں جواب میں کہونگا۔ بیشک آپ فرشتوں کے وجود کے قائل ہیں۔ لیکن ایسے فرشتوں کے جن کی طاقت سلب ہو چکی ہے۔ نہ اب وہ کسی کے پاس آسکتے ہیں۔ اور نہ کسی سے تعلق رکھ سکتے ہیں۔ قیامت تک وحی والہام لے کر وہ اب زمین پر نہیں اتریں گے شیطان اور اس کی ذریت تو آسکتی ہے۔ شیطانی وحی اور القا کرکے لوگوں کو گمراہ کر سکتی ہے۔ لیکن رشد و ہدایت کا پیغام لانے والے فرشتوں کی کیا مجال ہے۔ جو زمین پر قدم رکھ سکیں۔ سنین ماضیہ میں خدا کے نیک بندوں پر وحیاں لاتے لاتے اور پیغامبری کرتے کرتے تھک گئے۔ اُن کے پروں میں اب پرواز کی طاقت نہیں رہی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا احسان ہے۔ کہ آپ نے فرشتوں کا ثبوت دلائل یقینی اور مشاہدات عینیہ سے دیا۔ یہ فرشتے اب بھی خدا کے نیک بندوں کے پاس آتے اور ان کو بشارتیں دیتے ہیں۔ اِنَّ الَّذِیْنَ قالوا ربنا اللہ ثمّ استقاموا تتنزل علیھم الملائکۃ الّا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون۔

الہامی کتاب جو دعویٰ کرے اسکی دلیل بھی دے

پھر علم کلام میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایسا اضافہ کیا۔ جو دنیا میں نہیں پایا جاتا تھا۔ وہ یہ کہ الہامی کتاب وہی ہونی چاہیئے جو خود دعویٰ کرے۔ اور خود ہی دلیل بھی دے۔ یہ نہیں کہ ایک دعویٰ کتاب میں موجود ہو لیکن اس کے دلائل کتاب کے ماننے والے دیں۔ یا یہ کہ کتاب خود دعویٰ نہ کرتی ہو۔ لیکن اُس کے ماننے والے اس کی طرف دعویٰ منسوب کریں۔ اس معیار پر دنیا کا

کوئی مذہب اسلام کے مقابل پر نہیں آسکتا ہے۔ (دیکھو "جنگ مقدس" اور دیگر کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

مولوی ثناء اللہ صاحب نے اس سے فائدہ اٹھایا

اور تو اور ثناء اللہ جیسا مخالف بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس استدلال سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ غیر مسلموں کے مقابل میں جب آتے ہیں۔ تو اسی حربہ کو استعمال کرتے ہیں چنانچہ اپنے رسالہ "الہامی کتاب" کے صفحہ ۲ پر لکھتے ہیں۔

"الہامی کتاب کے لئے میرے نزدیک ضروری ہے۔ بلکہ کل اہل الرائے کے نزدیک ضروری ہے کہ جس کتاب کو ہم الہامی کہیں۔ اس نے خود بھی دعویٰ کیا ہو۔ اس کے لانے والے یا دوسرے لفظوں میں ملہم کے بھی حالات معلوم ہوں۔ پس کون نہیں جانتا۔ کہ جب تک مدعی دعویٰ نہ کرے گواہ کسی کام کا نہیں۔"

پھر صفحہ ۱۳ میں لکھتے ہیں:-

"قرآن وید اور بائیبل کی طرح چپ چاپ نہیں کہ معتقدین بقول شخصے پیراں نمی پرند مریداں می پرانند"

پھر اسی کتاب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا شعر نقل کرتے ہیں ؎

جمال و حسن قرآں نور جان ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

عرش کو غیر مخلوق ثابت کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسلامی دنیا پر احسان کیا

ہمارے مخالف علماء سوء نے سونے چاندی اور جواہرات سے مرصع عرش معتقدین کے سامنے پیش کر کے اپنے بیان کی داد لیا کرتے تھے۔ اس طول عرض اور عمق کے اقطار ثلاثہ والے مادی عرش پر اس قدر اعتراضات کے حملے ہوئے کہ اس کے پایہ ہل گئے۔ ان اعتراضوں کے حقیقی اور مسکت جواب ہمارے مخالف علماء کے پاس نہیں تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ احسان ہے۔ کہ آپ نے عرش کا غیر مادی اور غیر مخلوق ہونا ثابت کر کے مخالفین اسلام کی زبان بند کر دی۔ اب مناظر اسلام کو مناظرے مباحثہ میں اسی عرش کا پایا پکڑ کر پناہ لینا پڑتا ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیش کردہ عرش عظیم ہے۔ ہمارے مخالف علماء کو مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام سے مدد لیکر آریوں، عیسائیوں سے مناظرہ کر کے عوام میں نام پیدا کرنیکا بھی شوق ہے! اور دوسری طرف آپ کی مخالفت کر کے دنیا کمانا بھی ضروری ہے۔ اسلئے بعض اوقات ان کی پوزیشن قابل رحم ہو جاتی ہے۔ چنانچہ مولوی ثناء اللہ صاحب کو بھی ایک موقعہ پر اپنی پوزیشن سنبھالنی مشکل ہو گئی۔ جبکہ وہ اہلحدیث طبقہ کے اُن علماء کے ہاتھوں میں گرفتار ہو گئے۔ جو کہ اُن کو کافر کہنے میں اپنا مفاد سمجھتے تھے۔ اُن علماء کو اپنی مدافعت میں جواب دیتے ہوئے مولوی ثناء اللہ صاحب لکھتے ہیں:-

"افسوس ہے۔ کہ اگر آپ کے نزدیک عرش کے مخلوق ہونیکا ثبوت ایسا ہی قطعی ہے۔ تو آپ مرزا صاحب قادیانی کو کیوں نہیں دکھاتے۔ کہ جس نے اشتہار دیا ہوا ہے۔ کہ جو مجھکو عرش کا جسم ہونا ثابت کر دے۔ ایک ہزار روپیہ مجھ سے انعام لے۔ کیا میں ہی آپ کے پنجۂ مشق کا ظلم ہوں۔" (الکلام المبین صفحہ ۱۴)

عربی زبان ام الالسنہ ہے

قدامت زبان اور الہامی زبان کی بحث میں مخالف علماء آریوں کے مقابلہ سے پہلو بچا کر اپنی کمزوری کا مظاہرہ کیا کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عربی زبان کا ام الالسنہ ہونا ثابت کیا۔ چونکہ حضور اقدس کی کتاب "منن الرحمٰن" ابھی شائع نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے آریوں سے بحث کرنے میں مولوی ثناء اللہ صاحب کی ترکی ایسی تمام ہوئی جس سے بری ہونا ممکن نہیں مولوی ثنا اللہ صاحب آریوں کو جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"آگے آپ نے جو عربی زبان کے متعلق طول طویل تقریر کی ہے۔ میرے مضمون سے خارج ہے۔ اس لئے اس کا جواب دینا اپنا فرض نہیں سمجھتا۔ اس کا جواب دیکھنا ہو تو مرزا غلام احمد قادیانی کی کتاب ملاحظہ کریں۔" (صفحہ ۱۳)

بحیثیت حکم عدل مسائل مختلفہ کا بہترین فیصلہ

مختلف مسائل کو حل کرنیکا جو معیار آپ نے پیش کیا ہے۔ اس معیار پر عمل کرنے سے تمام مسائل خود بخود حل ہو جاتے ہیں۔ آپ نے قرآن مجید کو قاضی اور حکم قرار دیا ہے۔ سنت۔ تعامل اور احادیث کو اس کے تائیدی گواہ (دیکھو ریویو بر مباحثہ چکڑالوی و بٹالوی)

اس اصل کے ماتحت وفات حیات مسیح کے جھگڑے نزول مسیح، دجال، یاجوج ماجوج، مسئلہ نبوت۔ خلافت شیعہ سنی۔ مقلد غیر مقلد کے اختلافات سب حل ہو جاتے ہیں۔

زبان اردو پر آپ کا احسان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے زبان اردو پر بھی احسان کیا ہے۔ اور ایسے الفاظ داخل فرمائے ہیں جن کو اردو دنیا آپ سے پہلے استعمال نہیں کرتی تھی۔ جیسا کہ:- زندہ خدا۔ زندہ رسول۔ زندہ کتاب زندہ زبان۔ زندہ مذہب وغیرہ بیسیوں ایسے الفاظ ہیں۔ جن کو کسی کتاب میں نہیں پاؤ گے۔ لیکن اب مخالفین بھی اس کو استعمال کرنے لگے ہیں۔

بڑے سے بڑے زباندان

آپ کا تتبع کرتے ہیں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کشتی نوح میں ایک عبارت تحریر فرماتے ہیں۔ جسکا مفہوم اس طرح پر ہے۔ کہ تمہارے اندر سے ایمان اس طرح پرواز کر گیا۔ جس طرح کبوتر اپنے گھونسلہ سے۔

میں اس ٹوہ میں لگا رہا۔ کہ دیکھوں کسی نے اس محاورہ کو آپ کی تتبع میں استعمال کیا ہے۔ یا نہیں۔ میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا۔ میری نگاہ ابو الکلام صاحب کے البلاغ جلد ا نمبر ا پر پڑی۔ جس میں آپ اراکین علی گڑھ کالج کو انہی الفاظ میں توبیخ فرماتے ہیں۔

"مگر افسوس تمہارے دل سے خوف خدا اس طرح نکل گیا۔ جس طرح کبوتر اپنے گھونسلے سے نکل جاتا ہے۔"

اسی طرح یہی محاورہ اردو کے روزانہ اخبار جو اس زمانہ میں کلکتہ سے نکلتا ہے۔ استعمال کیا گیا ہے۔ اردو زبان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ زندہ زبان ہو گئی ہے۔ اب دنیا کی کوئی طاقت نہیں۔ جو اسے مٹا سکے۔ آپ کے اکثر الہامات اردو میں ہیں۔ آپ نے اکثر کتابیں اردو میں لکھی ہیں۔ آپ کے ملفوظات اور مکتوبات اردو میں ہیں۔ اور خدا نے یہ مقدر کر رکھا ہے۔ اسلئے احمدیت کے ساتھ ساتھ اردو کی ترقی بھی لازمی ہے۔ خدا نے توفیق دی تو اُن الفاظ اور محاورات کی ایک جامع فہرست بھی پیش کرونگا۔ جو کہ حضورؑ نے تقریراً اور تحریراً استعمال کئے ہیں۔

میرے آقا کے غیروں کی زبان اور قلم سے

(بقیہ صفحہ ۱۹)

(۸)

براہین احمدیہ اور اس مؤلف پر

ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانہ میں اور موجودہ حالات کی نظر سے ایسی کتاب ہے۔ جس کی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی۔ اور آئندہ کی خبر نہیں لعل اللّٰہ یحدث بعد ذالک امرا۔

اسکا مؤلف بھی اسلام کی مالی۔ جانی۔ قلمی و لسانی وحالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے۔ کہ جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت ہی کم پائی گئی ہے۔ . . . . ہمارے ان الفاظ کو کوئی ایشیائی مبالغہ سمجھے تو ہم کو کم سے کم ایک ایسی کتاب بتا دے جس میں فرقہ ہائے مخالفین اسلام خصوصاً آریہ سماج و برہمو سماج سے اس زور و شور سے مقابلہ پایا جاتا ہو اور دو چار ایسے اشخاص انصار اسلام کی نشان دہی کرے جنہوں نے اسلام کی نصرت مالی و جانی و قلمی و لسانی کے علاوہ نصرت حالی کا بیڑا اٹھا لیا ہو۔ اور مخالفین اسلام اور منکرین الہام کے مقابلہ میں مردانہ تحدی کے ساتھ یہ دعویٰ کیا ہو کہ جس کو وجود الہام کا شک ہو وہ ہمارے پاس آکر تجربہ و مشاہدہ کرے اور اس تجربہ و مشاہدہ کا اقوام غیر کو مزا بھی چکھا دیا ہو۔ الخ (مولوی محمد حسین بٹالوی)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا لباس

رقم زدہ حضرت جناب مفتی محمد صادق صاحب قبلہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لباس بہت سادہ ہوتا تھا۔ گرمیوں میں ململ کا کُرتا۔ اور کسی قسم کے موٹے کپڑے کا پاجامہ پہنتے تھے۔ سر پر رومی ٹوپی رکھتے تھے۔ لیکن اندرون خانہ ننگے سر بیٹھ کر تحریر کا کام کرتے تھے۔ کُرتے پر عموماً ایک واسکٹ پہنتے تھے جس کی جیب میں کچھ نقدی اور گھڑی رکھتے تھے۔ گھڑی کو بعض دفعہ ایک رومال میں باندھ کر جیب میں ڈال لیتے تھے۔

باہر آنے کے وقت سر پر عمامہ ٹوپی کے اوپر باندھ لیتے تھے۔ اور ایک لمبا کوٹ یا چوغہ واسکٹ کے اوپر پہن لیتے تھے۔

آپ کا عمامہ عموماً سفید ململ کا اور بھاری عمامہ ہوتا تھا۔ چھوٹا عمامہ چند لپیٹ کا آپ کو پسند نہ تھا ایک دفعہ خواجہ کمال الدین صاحب جب پشاور میں وکالت کرتے تھے۔ تو ایک بہت ہی مختصر سی لنگی دو تین لپیٹ والی سر پر باندھے ہوئے آئے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اُن کی طرف تبسم کرتے ہوئے فرمایا۔

"خواجہ صاحب! یہ کیا آپ نے ٹھنگی سی باندھ لی ہے۔"

ٹھنگی اس کپڑے کو کہتے ہیں۔ جو ہندو صاحبان اپنے باپ یا ماں کے مرنے پر سر منڈوا کر ایک چھوٹا سا کپڑا سر پر باندھ لیتے ہیں۔

ایک دفعہ ایک دوست نے کسی امیر کی بعض فضول خرچیوں کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں شکائت کرتے ہوئے کہا۔ کہ وہ بیشک روزانہ صاف کُرتہ پاجامہ بدل لیا کریں۔ حضرتؑ نے فرمایا۔

"ہم تو ساتویں دن کپڑے بدلتے ہیں۔"

حضرت صاحب جب مکان سے باہر تشریف لاتے تھے۔ تو پورے لباس میں ہوتے تھے۔ یعنی کُرتہ۔ پاجامہ۔ واسکٹ۔ لمبا کوٹ۔ اور عمامہ پہنے ہوئے ہوتے تھے۔ اور مسجد میں بھی اسی طرح پورے لباس میں تشریف فرما ہوتے تھے۔ جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ کی عادت ہے۔ کہ ہمیشہ پورے لباس میں مسجد میں تشریف لاتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پاجامہ ڈھیلا اور کشادہ ہوتا تھا جسکو اہلحدیث شرعی پاجامہ کہتے ہیں۔ اس سے بھی کسی قدر کھلا ہوتا تھا۔ مگر آپ کو سلوار پہنے ہوئے کبھی نہیں دیکھا گیا۔ جو بہت کھلی ہوتی ہے۔ البتہ ابتدائی زمانہ میں ایک دفعہ میں نے حضرت صاحب کو غرارہ پہنے دیکھا ہے۔ جو پتلون نما مگر بہت کھُلا پاجامہ ہوتا ہے۔ اب اس کا رواج نہیں۔ مگر تیرھویں صدی ہجری کے آخر میں پنجاب کے شرفاء میں اس کا رواج بہت تھا۔ چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لباس کے معاملہ میں کسی خاص فیشن کے پابند نہ تھے۔ اِسواسطے جس قسم کا کپڑا کوئی دوست پیش کرتا۔ اُسے پہن لیتے۔

عموماً آپ کا عمامہ سفید ململ کا ہوتا۔ مگر ایک دفعہ ایک دوست لنگی لائے۔ جو غالبًا زرد رنگ کی تھی۔ اور اس میں پلّہ بھی تھا۔ جو دونوں طرف ہوتا ہے۔ تو آپ نے وہی لنگی سر پر باندھ لی۔ رات کیوقت پاجامہ اتار کر ایک تہ بند چادر باندھ لیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ کسی شخص نے عرض کی۔ کہ حضور کوٹ پتلون کا پہننا کیسا ہے۔ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ یہ لباس ہمارے ملک میں شرفاء کا نہیں۔ اور جو لباس کسی ملک میں شرفاء میں استعمال نہ ہوتا ہو۔ اُس کے پہننے سے آدمی انگشت نما ہو جاتا ہے۔ اور انگشت نمائی سے حتّی الوسع بچنا اچھا ہے۔

آخری سالوں میں عموماً شیخ رحمت اللہ صاحب مرحوم حضور کے واسطے کوٹ واسکٹ اور پاجامہ بنوا کر لایا کرتے تھے۔ اور وہی پہنا کرتے تھے۔ اور عموماً گرمیوں میں بھی آخری سالوں میں سرج کا کوٹ پہنے رہتے تھے۔ مکان سے باہر نکلتے تھے۔ تو عصاء ضرور ہاتھ میں ہوتا تھا۔ اور اگر خدام کے ہجوم میں کسی کا پاؤں حضورؑ کے عصاء کو لگ جاتا۔ تو پیچھے پھر کر نہ دیکھتے کہ کس کا پاؤں لگا ہے۔ تاکہ کوئی شرمندہ نہ ہو۔ اور پھر عصاء کو ایسی طرح اٹھا لیتے۔ کہ وہ زمین سے نہ لگتا۔ تاکہ پھر کسی کا پاؤں اس پر نہ پڑے۔

جب سردی بہت تیز ہوتی تو پوستین پہنا کرتے تھے۔ جو غالبًا صاحبزادہ عبد اللطیف شہیدؓ نے حضورؑ کی خدمت میں پیش کی تھی۔ لیکن یہ پوستین چند سال ہی دیکھی گئی۔

تنگ لباس آپ پسند نہ کرتے تھے۔ اسی وجہ سے گلے کا بٹن اکثر کھلا رہتا تھا۔ آپ کا لباس بہت قیمتی نہ ہوتا تھا۔ اور نہ کبھی آپ نے لباس کے بنوانے پر کوئی خاص توجہ کی تھی۔ جیسا گھر والوں نے بنا دیا یا باہر سے کوئی دوست بنوا لایا۔ بے تکلف پہن لیتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں اور فضل بے انتہا ہوں آپ کی روح پر اور آپ کی اہلیہ اور اولاد پر اولاد در اولاد پر ابدالآباد کے لئے۔ آمین ثم آمین

خدا کے نبی اور رسولؑ پر

خدا کی آخری وحی

(۱)

اس آخری زمانہ کا رسول اور نبی احمد علیہ السلام ۲۶ راپریل ۱۹۰۸ء کو لاہور تشریف لے گئے۔ اس روز بوقت چار بجے صبح آپ پر حسب ذیل وحی نازل ہوئی:-

مباش ایمن از بازیٔ روزگار

اس کے بعد قادیان کی زمین پر حضورؑ پر دوسری کوئی وحی نازل نہیں ہوئی۔ اسلئے یہ قادیان میں آخری وحی تھی۔

(۲)

لاہور میں سب سے آخری وحی

اِنّی مع الرسول اقوم

اس وحی کا شان نزول یہ ہے۔ کہ آپ لاہور کی تعلیم یافتہ جماعت میں ایک تقریر فرمانی چاہتے تھے۔ کہ ۱۶ رمئی کی رات کو آپ کی طبیعت ناساز ہوگئی۔ اور ۱۷ رمئی کی صبح کو آپ میں طاقت نہ تھی۔ کہ آپ تقریر کرسکیں۔ تب خدا کی طرف سے یہ الہام نازل ہوا۔ اور وقت آپ اسی وعدہ کے مطابق تقریر کرنے کے لئے کھڑے ہوگئے۔ اور ایک زبردست تقریر فرمائی۔

(۳)

آخری وحی

الرّحیل ثمّ الرّحیل والموت قریب

یہ وحی ۲۰ رمئی ۱۹۰۸ء کو ہوئی۔ اور ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء کو خدا کا محبوب اور پیارا نبی اور رسول ہمیشہ کے لئے ہم سے جُدا ہو کر وصال پا گیا۔

الحکم کی خریداری ہر احمدی کیلئے ضروری ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام

(از حضرت خان ذوالفقار علی خانصاحب گوہر رامپوری)

اے ساکنانِ ارض یہ کیا انتشار ہے
ہر شخص اپنے حال میں کیوں بیقرار ہے
قومیں ہوں یا ہوں فرد سلاطیں ہوں یا فقیر
چھایا ہوا ہر اک پہ غم و اضطرار ہے
کرتے ہیں ہم جب اہل مذاہب پہ اک نظر
اُن میں بھی انشقاق ہے اور انتشار ہے
دیر و حرم ہوں یا ہوں کلیسا و صومعہ
اُن سب میں رات دن یہی شور و پکار ہے
یارب کسی کو بھیج کہ غم سے نجات دے
تیرے نبی کا ہم کو بہت انتظار ہے
امن و اماں کا نام ہی دنیا میں اب نہیں
آتش فشاں زمیں ہے تو فلک شعلہ بار ہے
امکان و اطمینان زمانہ سے مٹ گیا
خونریزیوں سے سینۂ عالم فگار ہے
حل مشکلات دہر کا دشوار ہو گیا
دامان فکر و ہوش و خرد تار تار ہے
جتنا سنبھالتے ہیں بگڑتے ہیں کاروبار
گویا کہ خرطنوں میں ہی خون شرار ہے
ہے علم کائنات سے ہر قوم باخبر
وہ علم ہی تباہیوں کا رازدار ہے
وہ علم ہی اب ان کی ہلاکت کا ہے سبب
پیک قضا کیطرح سروں پر سوار ہے
یہ عیشِ چند روزہ میں بدمست ہو گئے
سمجھے کہ لازوال ہے یہ پائیدار ہے
یہ علم اور نتائجِ علمی کی کائنات
فضلِ خدا نہ ہو تو یہ لعنت کا ہار ہے

اک رہنمائے علم و عمل آیا وقت پر
وہ رحمت اور فضلِ خدا لایا وقت پر

قوموں کو آ کے اُس نے کہا ہوشیار ہو
مجھکو کرو قبول کہ تم بختیار ہو
میں وہ ہوں جس کے آنیکے تم تھے اُمیدوار
ناجی ہوں میں سنو میری اور رستگار ہو
میں وہ ہوں جسکی دی تھی خبر ہر رسول نے
کشتی میں میری بیٹھ کے طوفاں سے پار ہو
میرے سوا کوئی نہیں آئیگا حشر تک
کیوں دوسروں کے آنیکا اب انتظار ہو
مہدی ہوں اور کرشن ہوں میں ہوں مسیحِ وقت
موعود ہر زمیں ہوں میرے ساز گار ہو
ہر قوم کا ہے درد میرے دل میں ایک سا
میں جسطرف چلاؤں چلو ۔ کامگار ہو
میں شہریارِ امنِ دو عالم ہوں غافلو!
آؤ میری پناہ میں گر ہوشیار ہو
ہے میرے ساتھ ذرّہ ہر اک کائنات کا
مانو مجھے کہ رحمت پروردگار ہو
میں رحمتِ خدا ہوں ہر اک قوم کیلئے
میں بھی ہوں تم بھی حق کے مددگار ہو
شاہد ہیں آسمان و زمیں میرے صدق کے
تم مجھکو مان لو جو صداقت شعار ہو
جلدی کرو نہ دوستو تکذیب و کفر میں
ایسا نہ ہو خدا کے غضب کا شکار ہو

دین محمدی کے صداقت کا ہو نشاں
دیکھو نشان صدق اگر بردبار ہو۔

ہو گا ذلیل و خوار ہر اک منکر و شریر
باز آؤ تم شرارتوں سے تا نہ خوار ہو
سیلاب اور زلازل و امراض و قحط و جنگ
تکذیب کر کے کوئی کیوں انکا شکار ہو
آئینگی یہ بلائیں کہ منکر ہلاک ہوں
دنیا پہ میرا صدق بیاں آشکار ہو
مہدی ہوں میں خسوف قمر اور کسوف شمس
ہونگے بہم کہ حق کا نشاں آشکار ہو
محفوظ ہر بلا سے رہینگے وہ پاک دل
مجھ سے میرے خدا سے جنہیں دل سے پیار ہو
ہو کر رہیگا وہ جو نوشتوں میں ہے لکھا
مجھکو قبول کر لو اگر ہونہار ہو

کہتا ہوں سچ نبی بھی ہوں اُمتی بھی ہوں
خاتم ہوں اولیاء کا میں ایسا دلربا بھی ہوں

اے ساکنانِ دہر ہوئے پورے سب نشان
آیا مسیحِ وقت حقیقت ہوئی عیاں
سورج کیطرح اسکی صداقت ہے آشکار
صد حیف اب اُس سے ہیں ایسے بدگماں
اے سرزمین ہند نہیں یاد کیا تجھے
وہ کانگڑہ ۔ بہار ۔ وہ کوئٹہ کی داستاں
طاعون و قحط اور وہ سیلاب جابجا
موسے ندی کا زور وہ سیلاب جاں ستاں
اے سرزمینِ یورپ و امریکہ کیا ہوا
جنگِ عظیم یاد کرو چھوڑو سب نشاں
ڈوئی کو اور بگٹ کو بھلایا تو غم نہیں
حیرت ہے بھولے جنگ کی وہ ہولناکیاں
انجام زارِ روس کا بھولے ہو کس لئے
وہ طمطراق ہمکو دکھاؤ تو ہے کہاں
قیصر کہاں جو کہتا تھا تیغِ خدا ہوں میں
وہ تیغ جنگ سے ہو گئی بے تیر کی کماں
وہ احترام کوشک ویلدیز مٹ گیا
ترکی کی وہ خلافتِ علیّہ ہے بے نشاں
جاپان و اندلس تھے بہت خوش کہ بچ گئے
کس کو خبر تھی جو کہ گذرتی ہے اب وہاں
ظلم عظیم کرتے ہیں یہ اپنی جان پر
کیا جلد بھول بیٹھے تھے وہ خون کی ندیاں
دہرا دیا فلک نے پھر افسانۂ کہن
یاد آیا ظالموں کو وہ گذرا ہوا سماں
اوروں سے جو کیا تھا بھگتنا پڑا وہی
اے اندلوسیہ یہ ہے تقدیر آسماں
حبشہ پہ فلسطین جو گذری گذر گئی
یورپ خدا سے ڈر کہ نہ بدلا ملے یہاں
جو پہلے بچ گئے تھے دعاؤں کے زور سے
ڈر ہے کہ آ نہ جائیں کہیں ان کی باریاں
جو کچھ کہا تھا حضرت احمدؑ نے ہو چکا
جو کچھ بتا گئے ہیں وہ سب ہو گا بے گماں
اے غافلو! ہزاروں نشاں دیکھکر یہ کفر
ایسا نہ ہو غضب کی گریں تم پہ بجلیاں
خاصانِ حق سے لڑکے تباہی میں مت پڑو
آ جاؤ تم نہ دورِ حوادث میں ناگہاں
جو دوستوں کو سمجھے عدو، بدنصیب ہے
ہمدرد اس کی ہو گی زمیں اور نہ آسماں

ہوشیار کر رہا ہے تمہیں ایک دردمند
توبہ کرو کہ ہو درِ توبہ نہ تم پہ بند

چھوٹے چھوٹے فقروں میں سیرت کی جھلک

مسیح موعود علیہ السلام

فطرتِ طیّبہ

(۱)

فطرتاً میرے دل کو خدا تعالےٰ کی طرف وفاداری کے ساتھ ایک کشش ہے۔ جو کسی چیز کے روکنے سے رُک نہیں سکتی۔ سو یہ اُس کی عنایت ہے۔

میرا کرکٹ

(۲)

ایک کرکٹ میچ پر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ صاحب نے زمانۂ صاحبزادگی میں فرمایا۔ آپ کرکٹ پر کیوں نہیں گئے؟ تو فرمایا:۔

"وہ تو کھیل کود کر واپس آجائیں گے۔ مگر میں وہ کرکٹ کھیل رہا ہوں۔ جو قیامت تک باقی رہے گا۔"

غیرتِ دینی

فرمایا:۔ "میری جائیداد کا تباہ ہونا، اور میرے بچوں کا آنکھوں کے سامنے ٹکڑے ٹکڑے ہونا مجھ پر آسان ہے بہ نسبت دین کے ہتک اور استخفاف کے دیکھنے اور اس پر صبر کرنیکے"

محبّتِ الٰہی

(۴)

دلبر کی رہ میں یہ دل ڈرتا نہیں کسی سے
ہوشیار ساری دنیا اک باولا یہی ہے

نوکری سے بیزاری

(۵)

میں کوئی نوکر ہی نہیں کرنی چاہتا ہوں۔ دو جوڑے کھدر کے کپڑوں کے بنا دیا کرو۔ اور روٹی جیسی بھی ہو بھیجدیا کرو۔

مقدمات میں آپکا دستور العمل

(۶)

نمازیوں سے فرمایا:۔ مجھ کو مقدمہ کی تاریخ پر جانا ہے۔ میں وال صاحب کے حکم کی نافرمانی نہیں کر سکتا۔ دعا کرو۔ کہ مقدمہ حق حق ہو۔ اور مجھے مخلصی ملے۔ میں نہیں کہتا۔ کہ میرے حق میں ہو۔ اللہ تعالےٰ خوب جانتا ہے۔ کہ حق کیا ہے۔ پس جو اس کے علم میں حق ہے۔ اس کی تائید اور فتح ہو۔

روزانہ کی چند دعائیں

(۷)

فرمایا میں التزاماً چند دعائیں روز مانگا کرتا ہوں۔

اوّل:۔ اپنے نفس کے لئے دعائیں مانگتا ہوں۔ کہ خدا مجھ سے وہ کام لے۔ جس سے اس کی عزت وجلال ظاہر ہو۔ اور اپنی رضا کی پوری توفیق عطا کرے۔

۲:۔ پھر اپنے گھر کے لئے مانگتا ہوں۔ کہ ان سے قرۃ عین عطا ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کی مرضیات کی راہ پر چلیں۔

۳۔ پھر اپنے بچوں کیلئے مانگتا ہوں۔ کہ یہ سب دین کے خدام بنیں۔

۴۔ پھر اپنے مخلص دوستوں کے نام بنام

۵۔ پھر ان سب کے لئے جو اس سلسلہ سے وابستہ ہیں۔ خواہ ہم اُن کو جانتے ہیں یا نہیں۔

دین کی راہ میں کوئی روک نہ ہوتی تھی

(۸)

فرمایا:۔ میرا تو یہ حال ہے۔ کہ پاخانہ پیشاب پر بھی افسوس آتا ہے۔ کہ اتنا وقت ضائع جاتا ہے۔ یہ بھی کسی دینی کام میں لگ جائے۔

فرمایا:۔ کوئی مشغولی اور تصرف جو دینی کاموں میں حارج ہو۔ اور وقت کا کوئی حصہ لے مجھے سخت ناگوار ہے۔

فرمایا:۔ جب کوئی دینی ضروری کام آپڑے۔ تو میں اپنے اوپر کھانا پینا اور سونا حرام کر لیتا ہوں۔ جبتک وہ کام نہ ہو جائے۔

فرمایا:۔ ہم دین کے لئے ہیں۔ اور دین کی خاطر زندگی بسر کرتے ہیں۔ پس دین کی راہ میں ہمیں کوئی روک نہ ہو۔

ہمارا پیار اور ہماری دعائیں کون لے سکتا ہے

(۹)

جو شخص چاہے کہ ہم اس سے پیار کریں اور ہماری دعائیں نیاز مندی اور سوز سے اس کے حق میں آسمان پر جائیں۔ وہ ہمیں اس بات کا یقین دلا دے۔ کہ وہ خادم دین ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

خدا ہمارا متکفل ہے

(۱۰)

ہمارا تو یہ اعتقاد ہے۔ کہ اگر سارا جہان ہمارا عیال ہو جائے۔ تو ہمارے مہمات کا متکفل خدا ہے۔ ہم پر ذرا بوجھ نہیں۔

نفس پر قابو

(۱۱)

میں اپنے نفس پر اتنا قابو رکھتا ہوں۔ اور خدا تعالےٰ نے میرے نفس کو ایسا مسلمان بنایا ہے۔ کہ اگر کوئی شخص ایک سال بھر میرے سامنے بیٹھکر میرے نفس کو گندی سے گندی گالی دیتا رہے۔ آخر وہی شرمندہ ہوگا۔ اور اسے اقرار کرنا پڑے گا۔ کہ وہ میرے پاؤں اپنی جگہ سے اکھاڑ نہ سکا۔

کل بنی نوع انسان سے ہمدردی

(۱۲)

ہمارا یہ اصول ہے۔ کہ کل بنی نوع کی ہمدردی کرو۔ اگر ایک شخص ایک ہمسایہ ہندو کو دیکھتا ہے۔ کہ اس کے گھر میں آگ لگ گئی۔ اور یہ نہیں اٹھتا کہ آگ بجھانے میں مدد دے۔ تو میں سچ سچ کہتا ہوں۔ کہ وہ مجھ سے نہیں۔ اگر ایک شخص ہمارے مریدوں میں سے دیکھتا ہے۔ کہ ایک عیسائی کو کوئی قتل کرتا ہے۔ اور وہ اس کے چھڑانے کیلئے مدد نہیں کرتا۔ تو میں تم کو بالکل درست کہتا ہوں۔ کہ وہ ہم میں سے نہیں۔

(سراج منیر)

لوہے کے کنگن

(۱۳)

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"مجھے خوب یاد ہے۔ کہ جس روز ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ صاحب قادیان میں حضرت کے مکان کی تلاشی لینے آئے تھے۔ اور قبل از وقت اس کا کوئی پتہ اور خبر نہ تھی۔ اور نہ ہو سکتی تھی۔ اسی صبح کو کہیں سے ہمارے میر صاحب نے سن لیا۔ کہ آج وارنٹ ہتھکڑی سمیت آویگا۔ میر صاحب حواس باختہ سراز پا نشناختہ حضرت کو اس کی خبر کرنے اندر دوڑ گئے۔ اور غلبہ رقت کی وجہ سے بصد مشکل اس ناگوار خبر کے منہ سے برقعہ اتارا۔ حضرت اس وقت "نور القرآن" لکھ رہے تھے اور بڑا ہی لطیف اور نازک مضمون درپیش تھا۔ سر اٹھا کر اور مسکرا کر فرمایا۔

میر صاحب لوگ دنیا کی خوشیوں میں چاندی سونے کے کنگن پہنا ہی کرتے ہیں۔ ہم سمجھ لیں گے۔ ہم نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں لوہے کے کنگن پہن لئے۔

پھر ذرا تامل کے بعد فرمایا:۔ مگر ایسا نہ ہوگا کیونکہ... خدا تعالیٰ کی اپنی گورنمنٹ کے مصالح ہوتے ہیں۔ وہ اپنے خلفاء اور ماموریں کی اس رسوائی کو پسند نہیں کرتا۔ منہ

ہمارے حسن و احسان میں یکتا محبوب

کی سیرت کے چند ٹکڑے

حضور علیہ السلام رات کس طرح گزارتے تھے

(۱)

حضرت پیر سراج الحق صاحب جمالی نعمانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:—

ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا۔ کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شیخ حامد علی مرحوم کو۔ جو دن رات آپ کی خدمت میں رہتے تھے۔ اور جن کی نسبت آپ نے فرمایا تھا۔ کہ حامد علی جیسا کہ اب دنیا میں میرے ساتھ ہے اسی طرح بہشت میں میرے ساتھ ہوگا۔ امرتسر کسی کام کے لئے روانہ فرمایا۔ چونکہ میں یوں تو ہمیشہ خدمت میں رہتا تھا۔ مگر خدمت کے طور پر مجھ سے کام نہیں لیتے تھے۔ میں نے عرض کیا۔ کہ حضور شیخ حامد علی تو امرتسر چلے گئے۔ رات کو آپ کو تکلیف ہوگی۔ میرا جی چاہتا ہے۔ کہ رات کو بھی آپ کی خدمت مبارک میں رہوں۔ اور جو کام آپ کے ہوں وہ بخوشی دل سے کروں۔ مدتوں میں آج تمنا پوری ہوئی۔ فرمایا بہت اچھا۔ پھر میں بعد نماز عشاء اس کا تہیہ کر کے مسجد مبارک کی چھت پر پہنچا۔ اس زمانہ میں ایک عشرہ کے لئے چلہ کیا گیا تھا اور وہ چلہ ایک خاص کام کے لئے دعاء کا تھا۔ جب میں پہنچا۔ تو فرمایا۔ صاحبزادہ صاحب آگئے۔ میں نے عرض کیا۔ کہ حضرت صلی اللہ علیک و علی محمد آگیا۔ آپ ٹہلتے رہے۔ اور کچھ دعائیں وغیرہ پڑھتے رہے۔ پھر آپ نے قرآن مجید یعنی حمائل ہاتھ میں لی۔ اور مغربی منارہ پر لالٹین رکھ کر پڑھتے رہے۔ درمیانی اور باریک آواز سے۔ میں بیٹھا رہا۔ کہ جب کوئی کام حضرت اقدس علیہ السلام فرمائیں گے میں کرونگا۔ خواہ تمام رات جاگنا پڑے۔ لیکن آپ نے مجھے کوئی کام نہ فرمایا۔ آپ نے اپنا کرتا اتارا اور نہ بند باندھا۔ گرمیوں کے دن تھے فرش مسجد پر لیٹ گئے۔ اس پر بوریا چٹائی یا جانماز کچھ نہیں تھا اور سیدھے لیٹ گئے۔ ہاتھ پیر پھیلا دیئے۔ اور فرمایا۔ کہ لوگ کہتے ہیں۔ کہ ہمیں بغیر چارپائی کے نیند نہیں آتی۔ اور کھانا ہضم نہیں ہوتا ہمیں تو خوب خدا کے فضل سے زمین پر نیند آتی ہے اور ہاضمہ میں بھی کوئی فتور نہیں ہوتا۔ میں آپ کے پیر دبانے لگا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ صاحبزادہ صاحب رات بہت چلی گئی سو جاؤ تمہیں بہت تکلیف ہوئی۔ ہمارے کام تو چلتے ہی جاتے ہیں۔ اور ہمیں کام ہی کیا ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ کہ حضرت صلی اللہ علیک و علی محمد مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے۔ بہت بہت سفر کئے۔ پہاڑی ملک میں جانا پڑا۔ بدن سدھا ہوا ہے۔ پھر فرمایا۔ تم تو پیر ہو۔ پیروں کی تو عادت ہوتی ہے۔ کہ بغیر چارپائی اور عمدہ بستر کے نیند نہیں آتی میں نیچے سے تمہارے واسطے چارپائی اور بستر گدگدا اچھا سا لاتا ہوں۔ میں یہ سنکر خوفزدہ ہو گیا۔ اور کانپنے لگا۔ کہ ایسا نہ ہو۔ کہ آپ یہ تکلیف گوارہ کریں۔ میں نے عرض کیا۔ کہ حضور مجھے زمین پر سونے کی واقعی عادت ہے۔ کیونکہ چھ چھ ماہ اور سال سال بھر کی چلہ کشیاں کی ہیں۔ چارپائی کا نشان بھی نہ ہوتا تھا۔ اور قادیان میں عموماً چارپائی پر کم لیٹنا پڑتا ہے اور حضور ایک تھوڑی سی بات کیواسطے تین منزلہ سے نیچے جائیں۔ اور بوجھ لادیں مجھے یہ منظور نہیں۔ یوں بھی میرے والد صاحب شاہ حبیب الرحمن صاحب مرحوم جو حضورؑ کے دعویٰ سے پہلے گذر گئے انہوں نے بھی یہ عادت ڈالدی تھی اکثر زمین پر سلاتے اور سردیوں میں حالانکہ سب کچھ تھا۔ گرم کپڑے نہ بنا کر دیتے۔ اگر کوئی کہتا۔ تو فرماتے کہ فقیری اور آرام طلبی جمع نہیں ہو سکتیں حضرت اقدس علیہ السلام اس بات کو سنکر خوش ہو گئے۔ فرمایا تمہارے والد صاحب کا ایسا کرنا اب کام آگیا۔ اور ایسا ہی چاہیئے۔ اور احباب کو یہی کرنا چاہیئے۔ کہ آرام طلبی نہ ہو۔ فرمایا ہمارا جی چاہتا ہے۔ کہ ہمارے دوست واحباب ایسے بن جائیں۔ کہ گویا فرشتے ہیں اور ابھی آسمان سے اترے ہیں۔ یہ دنیا میں ہوں۔ مگر نہ ہوں۔ پھر فرمایا میں بایاں پاسا بدل لوں یعنی بائیں کروٹ لے لوں۔ میں نے عرض کیا۔ کہ حضرت صلی اللہ علیک و علی محمد بہت اچھا آپ سو گئے اور میں سر سے لیکر پاؤں تک دباتا ہوا آیا۔ آپ کی آنکھ کھل گئی۔ فرمایا۔ ابھی سوئے نہیں دبا رہے ہو۔ میں نے عرض کیا۔ کہ میں ابھی عرض سے آیا تھا۔ پھر فرمایا۔ کہ میں دایاں پاسا بدل لوں۔ میں نے عرض کیا بہت اچھا۔ آپ نے پھر کروٹ بدل لی۔ اور میں دباتا رہا۔ پھر آپ سو گئے۔ آپ کا سونا اس طریق سے تھا۔ کہ دو تین منٹ کبھی چار پانچ منٹ آپ سوتے تھے۔ اور سبحان اللہ، سبحان اللہ کہہ کر پھر آپ سو جاتے تھے۔ اور آپ کے دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت ہلتی رہتی تھی جیسے بچے انگلیوں کو حرکت دیا کرتے ہیں۔ پھر آپ جاگ گئے۔ اور فرمایا سو جاؤ۔ پھر میں بحکم الامر فوق الادب آپ کے پیروں کی طرف لیٹ گیا۔ اور مصلے جو میں ساتھ لے گیا تھا۔ وہ سرہانے سر کے نیچے رکھ لیا۔ پچھلی رات کو حضرت اقدس علیہ السلام جاگے اور مجھے خبر نہیں تھی۔ آپ قرآن شریف پڑھ رہے تھے۔ آہستہ آہستہ باریک آواز سے کہ یہ (عاجز راقم الحروف) جاگ نہ اٹھے آخر حسب معمول میری آنکھ کھل گئی۔ اور آپ کا قرآن مجید پڑھنا۔ اور آہستہ آہستہ پڑھنا اور ٹہلنا دیکھا۔ فرمایا۔ صاحبزادہ صاحب جاگ اٹھے۔ میں نے عرض کیا۔ کہ حضرت صلی اللہ علیک و علی محمد جاگ اٹھا۔ فرمایا۔ صاحبزادہ صاحب وضو کے واسطے پانی لاؤں۔ میں نے عرض کیا۔ حضرت صلی اللہ علیک و علی محمد۔ میں تو اس لئے حاضر خدمت ہوا تھا۔ کہ میں خدمت کروں۔ آپ میری خدمت کے لئے تیار ہو گئے۔ فرمایا کیا مضائقہ ہے۔ پس میں جلدی سے مسجد کے نیچے اتر گیا۔ اور ڈھاب میں وضو کیا۔ اور جلد آگیا۔ اور آپ بھی نوافل پڑھتے رہے اور میں بھی نوافل میں مصروف ہو گیا۔ پھر تھوڑی دیر میں اذان کا وقت آگیا۔ فرمایا اذان کہو۔ میں نے اذان کہی اور لوگ آنے شروع ہو گئے۔

حضورؑ کے لطف و کرم کی ایک شان

(۲)

آپ کے مزاج میں وہ تواضع اور انکسار اور ضبط نفس تھا۔ کہ اس سے زیادہ ممکن نہیں۔ زمین پر آپ بیٹھے ہوں۔ اور لوگ فرش پر یا اونچے بیٹھے ہوں۔ آپ کا قلب مبارک ان باتوں کو محسوس بھی نہیں کرتا تھا۔ چار برس کا عرصہ گزرتا ہے۔ کہ آپ کے گھر کے لوگ لدھیانہ گئے ہوئے تھے۔ جون کا مہینہ تھا۔ اور اندر مکان نیا نیا بنا تھا۔ میں دوپہر کے وقت وہاں چارپائی بچھی ہوئی تھی اس پر لیٹ گیا حضرت ٹہل رہے تھے۔ میں ایک دفعہ جاگا تو حضور میری چارپائی کے نیچے لیٹے ہوئے تھے۔ میں ادب سے گھبرا کر اٹھ بیٹھا۔ آپ نے بڑی محبت سے پوچھا۔ آپ کیوں اٹھے ہیں۔ میں نے عرض کیا آپ نیچے لیٹے ہوئے ہیں۔ میں اوپر کیسے سو رہوں؟ مسکرا کر فرمایا۔ میں تو آپ کا پہرہ دے رہا تھا۔ لڑکے شور کرتے تھے۔ انہیں روکتا تھا۔ کہ آپ کی نیند میں خلل نہ آئے۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق

(۳)

اپنی حقیقی چچی کے ہاں جانا چھوڑ دیا ابھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دنیا میں کوئی دعویٰ نہ تھا۔ بلکہ دنیا آپ کو نہ جانتی تھی۔ اور براہین احمدیہ بھی ابھی لکھی جانی شروع نہ ہوئی تھی حضرت مسیح موعودؑ کے ایک چچا مرزا غلام حیدر مرحوم تھے جن کے مکان میں آج حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رہتے ہیں۔ ان کی اہلیہ بی بی صاحب جان تھیں۔ ایک مرتبہ ان کے منہ سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کوئی بے ادبی کا کلمہ نکل گیا۔ باوجود اس احترام کے جو آپ بزرگوں کا کرتے تھے اس بات کا اثر آپ کی طبیعت پر اسقدر ہوا۔ اور اسقدر بیتابی آپ کے قلب میں پیدا ہوئی۔ کہ اسکا اثر آپکے چہرہ مبارک سے نمایاں تھا۔ وہ غصہ سے تمتما رہا تھا۔ اس حالت میں آپ کا کھانا بھی چھوٹ گیا محض اس لئے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کیوں بے ادبی ہوئی۔ اس قدر رنج آپ کو ہوا۔ کہ الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتا ۴۲؎

۴۲؎ مخدومی خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب پنشنر جو اس روایت کے راوی ہیں۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ حضرت صاحبؑ کو بہت ہی غصہ تھا۔ اور انہوں نے اس واقعہ سے متاثر ہو کر ان کے ہاں کا کھانا پینا ترک کر دیا۔ یہ ایک ہی واقعہ آپ کی زندگی میں نہیں گذرا۔ بلکہ اس قسم کے متعدد واقعات آپ کی زندگی میں ملتے ہیں۔ جن میں غیرت دینی کی شان نمایاں ہے۔

آپ کی شجاعت و استقامت!

(حضرت عرفانی کبیر کی قلم سے)

اخلاق فاضلہ میں سے شجاعت اور استقامت بھی دو بڑے خُلق ہیں۔ اور اُن دونوں میں باہم ایک غیر منفک رشتہ ہے۔ کمال شجاعت یہی ہے۔ کہ اس کے ساتھ استقامت بھی ہو۔ بعض اوقات دیکھا گیا ہے۔ کہ کسی وقتی جوش کے ماتحت یا اضطراری حالت پیدا ہو جانے پر ایک کمزور سے کمزور اور بُزدل انسان بھی دلیر ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر اسی قوتِ شجاعت کیساتھ استقامت نہو۔ تو وہ ایک فوری ظہور اسی قوت شجاعت کا ہوگا۔ اور وہ اخلاق فاضلہ کے سلسلہ میں نہیں آئیگی۔

علاوہ ازیں ایک شخص میدان جنگ میں ممکن ہے جوہر شجاعت کی داد دے سکتا ہو۔ لیکن گھر کی معمولی معاملات اور ابتلاؤں میں وہ ایسا بودا ہو۔ کہ اس کا سکونِ خاطر معمولی سی تحریک سے برباد ہو جاتا ہو۔ اس لئے جب تک ہم کسی شخص کی سیرت میں ان دونوں قوتوں کا پورا ظہور نہ دیکھیں یہ کہنا مشکل ہوگا۔ وہ شجاعت کے جوہر سے آراستہ ہے۔ اور یہ تو میں فلسفہ اخلاق کی بحث میں بیان کر آیا ہوں۔ کہ کوئی خُلق خُلق ہو ہی نہیں سکتا۔ جب تک موقع اور محل پر اس کا ظہور نہ ہو۔ اور اس شخص میں وہ قوتیں بھی ہوں۔ جو اس خلق کے کمال ظہور کے لئے ضروری ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ میں ان اخلاق کا ظہور

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا تعالیٰ نے اخلاق فاضلہ کے حُسن سے مزین کرکے بھیجا تھا۔ اس لئے کہ آپ اِس زمانہ میں احیاء العلوم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاقِ فاضلہ کے اسوہ کو ظاہر کرنے کے لئے آئے تھے۔ آپ کی زندگی میں شجاعت و استقامت کے ظہور کے بہت سے مواقع آئے۔ اور کسی ایک موقعہ پر بھی آپ سے کوئی ایسا فعل یا حرکت سرزد نہیں ہوئی۔ جو شانِ استقامت یا جوہر شجاعت کے خلاف ہوتی۔

شجاعت کے بھی مختلف ظہور ہوتے ہیں کہیں یہ صبر کے رنگ میں جلوہ گر ہوتی ہے۔ اور کہیں ضبط نفس کی صورت میں۔ میں حضرت کی شجاعت و استقامت کو مختلف واقعات کی روشنی میں پیش کرونگا۔ وباللہ توفیق

آپکا اپنا بیان قوتِ قلب و استقامت پر

خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو قوتِ قلب اور استقامت حاصل تھی۔ آپ خود اس کو محسوس کرتے اور اپنی سچائی کی ایک زبردست دلیل سمجھتے تھے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:-

"جو لوگ ہمارے مخالف ہو کر ہم کو گالیاں دیتے ہیں۔ اور دجال اور کافر کہتے ہیں۔ ہم اس کی ذرہ بھی پرواہ نہیں کرتے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک آدمی کو نورِ فطرت اور قوتِ فیصلہ عطا کی ہے۔ پاخانہ جو آدمی کے اندر سے نکلتا ہے اس کی بدبو وہ خود بھی محسوس کرتا ہے۔ پس جبکہ یہ ایک مانی ہوئی بات ہے۔ اور پکا قاعدہ ہے۔ ہر جھوٹ جو اس پاخانہ سے بھی بڑھ کر بدبو رکھتا ہے۔ کیا اس کی بدبو جھوٹ بولنے والے کو نہیں آتی؟ ضرور آتی ہے۔ پر میں نہیں سمجھ سکتا۔ کہ ایک مفتری علی اللہ اسقدر قوت اور استقلال کے ساتھ اپنے دعوے کو پیش کرے۔ جو ہمیشہ صادق کا خاصہ ہے۔ پھر اس کی پیش رفت کیونکر کی جا سکتی ہے؟ اور وہ میرا کیا بگاڑ سکتے ہیں؟ اگر میں خدا کی طرف سے نہ آیا ہوتا۔ اور اس نے ہی مجھے مامور نہ کیا ہوتا۔ تو تم ہی بتاؤ۔ کہ اسقدر رگالیا اور اس قدر شور و شر اور مخالفت یہاں تک کہ قتل کے فتوے قتل عمد کے مقدمے جو میرے خلاف بنائے گئے۔ ان بلاؤں اور مصیبتوں کو اپنے اوپر لینے کی کس کو ضرورت ہو سکتی ہے؟ کبھی کوئی برداشت نہیں کر سکتا۔ کہ اس قسم کے گندے بھرے ہوئے اشتہار اور گالیوں کے خطوط جو بھیجے جاتے ہیں سہا کرے۔ مگر

میں سچ کہتا ہوں

کہ یہ میرے اختیار کی بات نہیں۔ خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ چونکہ اس نے خود ہی اس سلسلہ کی بنیاد رکھی ہے۔ اُس نے ہی وہ قوتِ قلب مجھ کو عطا کی ہے۔ کہ یہ ساری مصیبتیں اور مشکلات میرے سامنے کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتی ہیں۔ اور مجھے تو معلوم بھی نہیں ہوتا۔ کہ کس کو کہتے ہیں۔ پس خود ہی سوچکر دیکھو۔ کہ یہ شوکت یہ قوت اور یہ استقلال کسی مفتری کو مل سکتا ہے؟ میں تو کبھی یقین نہیں کر سکتا کہ مفتری ہو۔ اور یہ قوت پالے"۔ (۱۰ فروری ۱۹۰۱ء)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم

نتیجہ فکر جناب رحمت اللہ صاحب شاکر

قادر مطلق الٰہ العالمین کو جاننا
اس کو سب اوصاف پاکیزہ میں کامل ماننا
گر پڑے مشکل تو جھک جانا اُسی کے سامنے
میرزا نے ہمکو سکھلایا خدا سے مانگنا

([illegible])

یہ شعور اور بصیرت تھی جو اللہ تعالے نے آپ کو دی اور آپ کے قلب مطہر میں اس قدر قوت اور استقامت تھی۔ کہ آپ کو یہ معلوم بھی نہ ہوتا تھا۔ کہ کس کو کہتے ہیں۔ یہ خارق عادت استقامت جب کہ آپ نے فرمایا مفتری اور کاذب کو نہیں مل سکتی۔ بلکہ اس کا اصل مظاہرہ انہیں لوگوں میں ہوتا ہے جو خدا کی طرف سے آتے ہیں۔ اور پھر یا ان لوگوں کو ملتی ہے جو خدا کی طرف سے آنے والوں کی پاک صحبت میں بیٹھ کر اپنی تطہیر اور تزکیہ نفس کا موقعہ پاتے ہیں۔ ایک طرف غور کرو۔ کہ اب اس استقامت اور سکینت کو صادق کا نشان اور اپنے قلب میں اس کا موجود ہونا ظاہر فرماتے ہیں۔ دوسری طرف ایسے واقعات اور حادثات پیش آتے ہیں۔ کہ اس قوت کے ظہور اور نشو و نما کا صاف صاف پتہ لگ سکے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دو ۲ باتیں!

(شیخ محمد اسمٰعیل صاحب سرساوی کی قلم سے)

خدا کے مامور جب دنیا کو منور کرتے ہیں۔ تو ان کی رفتار و گفتار بھی خدا کا نشان ہو جاتے ہیں۔

(۱)

چنانچہ جب حضور خطبہ الہامیہ لکھا رہے تھے۔ تو حضورؑ کی زبانِ مبارک میں اسقدر تیزی تھی۔ کہ لکھنے والے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگرچہ بہت زود نویس تھے۔ مگر لکھنے سے قاصر آ جاتے تھے۔ تب حضورؑ نے آہستہ آہستہ بولنا شروع کیا۔ تو خطبہ قلمبند کیا گیا۔ پس حضرت اقدسؑ کا بولنا بھی ایک نشان تھا۔

(۲)

رسول جب ارادہ کر لیتا ہے۔ تو بدلتا نہیں۔

ایک دفعہ گورداسپور میں تاریخ تھی۔ حضور علیہ السلام نے سفر کی تیاری فرمائی۔ مجھے بھی فرمایا۔ کہ اسمٰعیل تم بھی ہمارے ساتھ چلو۔ مگر عین روانگی سے قبل گورداسپور سے آدمی آ گیا۔ کہ تاریخ تین دن کے بعد مقرر ہو گئی ہے۔ حضورؑ نے سنکر فرمایا:-

خدا کے رسول جب ارادہ کر لیتے ہیں۔ تو اس کو بدلا نہیں کرتے

چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام گورداسپور روانہ ہو پڑے۔ اور وہیں تین دن قیام کیا۔

اخبار الحکم
کی توسیع اشاعت ہر احمدی کا فرض ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام

کا

حق کے طالبوں سے خطاب

اب میں ذیل میں وہ مضمون جس کا اوپر وعدہ دیا گیا ہے۔ لکھتا ہوں:۔

اے حق کے طالبو! اور اسلام کے سچے محبو! آپ لوگوں پر واضح ہے۔ کہ یہ زمانہ جس میں ہم لوگ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ یہ ایک ایسا تاریک زمانہ ہے۔ کہ کیا ایمانی اور کیا عملی جسقدر امور ہیں سب میں فساد واقع ہو گیا ہے۔ اور ایک تیز آندھی ضلالت اور گمراہی کی ہر طرف سے چل رہی ہے وہ چیز جس کو ایمان کہتے ہیں۔ اس کی جگہ چند لفظوں نے لی ہے جن کا محض زبان سے اقرار کیا جاتا ہے۔ اور وہ امور جن کا نام اعمالِ صالحہ ہے ان کا مصداق چند رسوم یا اسراف اور ریاکاری کے کام سمجھے گئے ہیں۔ اور جو حقیقی نیکی ہے۔ اس سے بکلی بے خبری ہے اس زمانہ کا فلسفہ اور طبیعی بھی روحانی صلاحیت کا سخت مخالف پڑا ہے۔ اس کے جذبات اس کے جاننے والوں پر نہایت بد اثر کرنے والے اور ظلمت کی طرف کھینچنے والے ثابت ہوتے ہیں۔ وہ زہریلے مواد کو حرکت دیتے اور سوتے ہوئے شیطان کو جگا دیتے ہیں۔ ان علوم میں دخل رکھنے والے دینی امور میں اکثر ایسی بد عقیدگی پیدا کر لیتے ہیں۔ کہ خدا تعالےٰ کے مقرر کردہ اصولوں اور صوم و صلوٰۃ وغیرہ عبادت کے طریقوں کو تحقیر اور استہزاء کی نظر سے دیکھنے لگتے ہیں۔ انکے دلوں میں خدا تعالےٰ کے وجود کی بھی کچھ وقعت اور عظمت نہیں بلکہ اکثر ان میں سے الحاد کے رنگ سے رنگین اور دہریت کے رگ و ریشہ سے پُر اور مسلمانوں کی اولاد کہلا کر پھر دشمن دین ہیں۔ جو لوگ کالجوں میں پڑھتے ہیں۔ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے۔ کہ ہنوز وہ اپنے علوم ضروریہ کی تحصیل سے فارغ نہیں ہوتے۔ کہ دین اور دین کی ہمدردی سے پہلے ہی فارغ اور مستغنی ہو چکے ہیں۔ یہ میں نے صرف ایک شاخ کا ذکر کیا ہے۔ جو حال کے زمانہ میں ضلالت کے پھلوں سے لدی ہوئی ہے۔ مگر اس کے سوا صدہا اور شاخیں بھی ہیں۔ جو اس سے کم نہیں۔ عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ دنیا سے امانت اور دیانت ایسی اٹھ گئی ہے۔ کہ گویا بکلی مفقود ہو گئی ہے۔ دنیا کمانے کے لئے مکر اور فریب حد سے زیادہ بڑھ گئے ہیں۔ جو شخص سب سے زیادہ شریر ہو۔ وہی سب سے زیادہ لائق سمجھا جاتا ہے۔ طرح طرح کی ناراستی بد دیانتی حرامکاری۔ دغا بازی۔ دروغگوئی اور نہایت درجہ کی رُوبہ بازی اور لالچ سے بھرے ہوئے منصوبے اور بدذاتی سے بھری ہوئی خصلتیں پھیلتی جاتی ہیں۔ اور نہایت بے رحمی سے ملے ہوئے کینے اور جھگڑے ترقی پر ہیں۔ اور جذبات بہیمیہ اور سبعیہ کا ایک طوفان اٹھا ہوا ہے۔ اور جس قدر لوگ ان علوم اور قوانین مروجہ میں چست و چالاک ہوتے جاتے ہیں اسی قدر نیک گوہری اور نیک کرداری کی طبعی خصلتیں اور حیا اور شرم اور خدا ترسی اور دیانت کی فطرتی خاصیتیں ان میں کم ہوتی جاتی ہیں۔

عیسائیوں کی تعلیم بھی سچائی اور ایمانداری کے اڑانے کے لئے کئی قسم کی سرنگیں تیار کر رہی ہے۔ اور عیسائی لوگ اسلام کے مٹا دینے کے لئے جھوٹ اور بناوٹ کی تمام باریک باتوں کو نہایت درجہ کی جانکاہی سے پیدا کر کے ہر ایک رہزنی کے موقع اور محل پر کام میں لا رہے ہیں۔ اور بہکانے کے نئے نئے نسخے اور گمراہ کرنے کی جدید صورتیں تراشی جاتی ہیں۔ اور اس انسانِ کامل کی سخت توہین کر رہے ہیں جو تمام مقدسوں کا فخر اور تمام مقربوں کا سرتاج اور تمام بزرگ رسولوں کا سردار تھا۔ یہاں تک کہ ناٹک کے تماشوں میں نہایت شیطنت کے ساتھ اسلام اور ہادیٔ پاک اسلام کی بُرے بُرے پیرایوں میں تصویریں دکھلائی جاتی ہیں۔ اور سوانگ نکالے جاتے ہیں۔ اور ایسی افترائی تہمتیں تھیٹر کے ذریعہ سے پھیلائی جاتی ہیں۔ جن میں اسلام اور نبیٔ پاک کی عزت کو خاک میں ملا دینے کی پوری حرام زدگی خرچ کی گئی ہے۔

اب اے مسلمانو سنو! اور غور سے سُنو! کہ اسلام کی پاک تاثیروں کے روکنے کے لئے جس قدر پیچیدہ افتراء اس عیسائی قوم میں استعمال کئے گئے۔ اور پُر مکر حیلے کام میں لائے گئے۔ اور ان کے پھیلانے میں جان توڑ کر اور مال کو پانی کی طرح بہا کر کوششیں کی گئیں۔ یہاں تک کہ نہایت شرمناک ذریعے بھی جن کی تصریح سے اس مضمون کو منزہ رکھنا بہتر ہے۔ اسی راہ میں ختم کئے گئے۔ یہ کرسچن قوموں اور تثلیث کے حامیوں کی جانب سے وہ ساحرانہ کارروائیاں ہیں کہ جب تک انکے اس سحر کے مقابل پر خدا تعالےٰ وہ پُرزور ہاتھ نہ دکھا دے۔ جو معجزہ کی قدرت اپنے اندر رکھتا ہو اور اس معجزہ سے اس طلسم سحر کو پاش پاش نہ کرے تب تک اس جادوئے فرنگ سے سادہ لوح دلوں کو مخلصی حاصل ہونا بالکل قیاس اور گمان سے باہر ہے۔ سو خدا تعالےٰ نے اس جادو کے باطل کرنے کے لئے اس زمانہ کے سچے مسلمانوں کو یہ معجزہ دیا۔ کہ اپنے اس بندہ کو اپنے الہام اور کلام اور اپنی برکاتِ خاصہ سے مشرف کر کے اور اپنی راہ کے باریک علوم سے بہرۂ کامل بخشکر مخالفین کے مقابل پر بھیجا۔ اور بہت سے آسمانی تحائف اور علوی عجائبات اور روحانی معارف و دقائق ساتھ دیئے۔ تا اس آسمانی پتھر کے ذریعہ سے وہ موم کا بُت توڑ دیا جائے۔ جو سحرِ فرنگ نے تیار کیا ہے۔ سو اے مسلمانو! اس عاجز کا ظہور ساحرانہ تاریکیوں کے اٹھانے کے لئے خدا تعالےٰ کی طرف سے ایک معجزہ ہے کیا ضرور نہیں تھا۔ کہ سحر کے مقابل پر معجزہ بھی دنیا میں آتا؟ کیا تمہاری نظروں میں یہ بات عجیب اور انہونی ہے۔ کہ خدا تعالےٰ نہایت درجہ کے سحروں کے مقابلہ پر جو سحر کی حقیقت تک پہنچ گئے ہیں ایک ایسی حقانی چمکار دکھاوے۔ جو معجزہ کا اثر رکھتی ہو۔

اے دانشمندو! تم اس سے تعجب مت کرو۔ کہ خدا تعالےٰ نے اس ضرورت کے وقت میں اور اس گہری تاریکی کے دنوں میں ایک آسمانی روشنی نازل کی۔ اور ایک بندہ کو مصلحتِ عام کے لئے خاص کر کے بغرض اعلائے کلمۂ اسلام و اشاعتِ نورِ حضرت خیرالانام اور تائید مسلمانوں کے لئے اور نیز ان کی اندرونی حالت کے صاف کرنے کے ارادہ سے دنیا میں بھیجا۔ تعجب تو اس بات میں ہوتا کہ وہ خدا جو حامی دینِ اسلام ہے۔ جس نے وعدہ کیا تھا کہ میں ہمیشہ تعلیم قرآنی کا نگہبان رہونگا۔ اور اسے سرد اور بے رونق اور بے نور ہونے نہیں دونگا وہ اس تاریکی کو دیکھکر اور ان اندرونی اور بیرونی فسادوں پر نظر ڈال کر چپ رہتا۔ اور اپنے اس وعدہ کو یاد نہ کرتا۔ جس کو اپنے پاک کلام میں مؤکد طور پر بیان کر چکا تھا پھر میں کہتا ہوں۔ کہ اگر تعجب کی جگہ تھی۔ تو یہ بھی۔ کہ اس پاک رسول کی یہ صاف اور کھلی کھلی پیشگوئی خطا جاتی جس میں فرمایا گیا تھا۔ کہ ہر ایک صدی کے سر پر خدا تعالےٰ ایک ایسے بندہ کو پیدا کرتا رہے گا۔ کہ جو اس کے دین کی تجدید کریگا۔ سو یہ تعجب کا مقام نہیں۔ بلکہ ہزار در ہزار شکر کا مقام اور ایمان اور یقین کے بڑھانے کا وقت ہے۔ کہ خدا تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے اپنے وعدہ کو پورا کیا۔ اور اپنے رسول کی پیشگوئی میں ایک منٹ کا بھی فرق پڑنے نہیں دیا۔ اور نہ صرف اس پیشگوئی کو پوری کر کے دکھلایا۔ بلکہ آئندہ کے لئے بھی ہزاروں پیشگوئیوں اور خوارق کا دروازہ کھول دیا اور اگر تم ایماندار ہو۔ تو شکر کرو۔ اور شکر کے سجدات بجا لاؤ۔ کہ وہ زمانہ جس کا انتظار کرتے کرتے تمہارے بزرگ آباء گذر گئے۔ اور بے شمار روحیں اس کے شوق میں ہی سفر کر گئیں۔ وہ وقت تم نے پا لیا۔ اب اس کی قدر کرنا یا نہ کرنا۔ اور اس سے فائدہ اٹھانا یا نہ اٹھانا تمہارے ہاتھ میں ہے۔ میں اس کو بار بار بیان کرونگا۔ اور اس کے اظہار سے میں رک نہیں سکتا۔ کہ میں وہی ہوں جو وقت پر اصلاحِ خلق کیلئے بھیجا گیا۔ (فتح اسلام)

میرے آقا کے تذکرے غیروں کی زبان اور قلم سے

(۱)

وہ شخص، بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا۔ اور زبان جادو۔ وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا۔ جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار الجھے ہوئے تھے۔ اور جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں۔ وہ شخص جو مذہبی دنیا کیلئے ایک زلزلہ اور طوفان رہا۔ جو شور قیامت ہو کے خفتگانِ خواب ہستی کو بیدار کرتا رہا۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی رحلت اس قابل نہیں کہ اس سے سبق حاصل نہ کیا جائے۔ ایسے لوگ جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہو۔ یہ نازشِ فرزندانِ تاریخ بہت کم منظرِ عالم پر آتے ہیں۔ اور جب آتے ہیں۔ تو دنیا میں انقلاب پیدا کر کے دکھا جاتے ہیں۔ ……

……

مرزا صاحب کی اس رفعت نے ان کے بعض دعاوی اور بعض معتقدات سے شدید اختلافات کے باوجود ہمیشہ کی مفارقت پر مسلمانوں کو ان تعلیم یافتہ اور روشن خیال مسلمانوں کو محسوس کرا دیا۔ کہ ان کا ایک بڑا شخص ان سے جدا ہو گیا۔ اور اس کے ساتھ مخالفین اسلام کے مقابلہ پر اسلام کی اس شاندار مدافعت کا جو اس کی ذات سے وابستہ تھی خاتمہ کر دیا ان کی یہ خصوصیت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جرنیل کا فرض ادا کرتے رہے …………

غرض مرزا صاحب کی یہ خدمت آنیوالی نسلوں کو گرانبارِ احسان رکھیگی۔ کہ انہوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں شامل ہو کر اسلام کی طرف سے فرض مدافعت ادا کیا۔ اور ایسا لٹریچر یادگار چھوڑا جو اسوقت تک کہ مسلمانوں کی رگوں میں زندہ خون ہے۔ اور حمائت اسلام کا جذبہ ان کے شعارِ قومی کا عنوان نظر آئیگا۔

اس کے علاوہ آریہ سماج کی زہریلی کچلیاں توڑنے میں مرزا صاحب نے اسلام کی بہت خاص خدمت انجام دی …………

آئیندہ امید نہیں۔ کہ مذہبی دنیا میں اس شان کا کوئی شخص پیدا ہو۔

(وکیل امرتسر)

وہ نظم جو حضور علیہ السلام کے وصال سے قبل سنائی گئی

ڈاکٹر احمد حسین صاحب لائلپوری نے ۱۶ر جنوری ۱۹۰۸ء کو حضرت اقدس علیہ السلام کے حضور پڑھ کر سنائی۔ اس نظم کے بعد کوئی نظم حضرت اقدس علیہ السلام کے حضور نہیں سنائی گئی۔

یا ربّ قادیاں میں میرا مزار ہووے
عبد الکریم رضؓ یارب جس جا ہوا ہے مدفون
اِس میں مسیح آیا جس نے خدا دکھایا
آیا تو مسیحا چودہ صدی کے سر پر
تیرے لئے خدا نے لاکھوں نشاں دکھائے
قرآن میں خدا نے یہ لکھدیا ہے پڑھ لو
قرآن میں بتائی عیسیٰ کی خبر ہم کو
شیطاں کو یا الٰہی دکھلا دے مار کر کے
اے مہدی و مسیحا بہتر خدا سے دعا کر

اور میرا ذرہ ذرہ اس پر نثار ہووے
وہ خاک پاک میری دار القرار ہووے
اس پر خدا کی رحمت بس بیشمار ہووے
آمد پہ کیوں نہ تیرے فصلِ بہار ہووے
پھر کیوں نہ تیرا دشمن دنیا میں خوار ہووے
گستاخ حق کا دشمن ہر جا پہ خوار ہووے
اُس کے نزول کا پھر کیوں انتظار ہووے
مشکل یہی ہے باقی کشتی یہ پار ہووے
رحمت خدا کی ہم پر بس بیشمار ہووے

یا ربّی قادیاں میں میرا مزار ہووے
اور میرا ذرہ ذرہ اس پر نثار ہووے

(۲)

اگر ارنسٹ رینن مشہور فرانسیسی گذشتہ بیس سال کے اندر ہندوستان میں ہوتا۔ تو وہ یقیناً مرزا صاحب کے پاس آتا اور ان کے حالات کا مطالعہ کرتا۔ اور جس کا نتیجہ یہ ہوتا۔ کہ انبیاء بنی اسرائیل کے عجیب غریب حالات پر ایک نئی روشنی پڑتی۔ مگر ہمارے محدود اور تنگ خیالات ایسے مقابلہ کرنے سے مانع ہیں۔ کیونکہ ہمارا مذہبی لٹریچر تنگ دائرہ کے اندر محدود ہے۔

بہر حال قادیان کا نبی ایک ایسا انسان تھا۔ جو ہمیشہ دنیا میں نہیں آیا کرتے۔ ان کی روح پر سلامتی ہو۔

(پائونیر)

(۳)

چونکہ مرزا صاحب نے اپنی پر زور تقریروں اور شاندار تصانیف سے مخالفین اسلام کو اُن کے ہر اعتراضات کے دندان شکن جواب دیکر ہمیشہ کیلئے ساکت کر دیا ہے اور کر دکھایا ہے۔ کہ حق حق ہی ہے۔ اور واقعی مرزا صاحب نے حق حمایت اسلام کا کماحقہٗ ادا کر کے خدمتِ دین اسلام میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا۔ انصاف متقاضی ہے۔ کہ ایسے اولوالعزم حامیٔ اسلام، معین المسلمین۔ فاضل اجل بے بدل کی ناگہانی اور بے وقت موت پر افسوس کیا جائے۔

(صادق الاخبار)

(۴)

۱۸۷۴ء سے ۱۸۷۶ء تک شمشیر قلم عیسائیوں۔ آریوں۔ برہموؤں کے خلاف خوب چلایا۔ ……

…… بے شک مرحوم اسلام کا ایک بڑا پہلوان تھا۔

(علی گڑھ انسٹیٹیوٹ گزٹ)

(۵)

ہم یہ تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ وہ کیا بلحاظ لیاقت اور کیا بلحاظ اخلاق اور کیا بلحاظ شرافت کے ایک بڑے پایہ کے انسان تھے۔

(برہمو پرچارک)

(۶)

مرزا صاحب مرحوم نہائیت مقدس اور برگزیدہ بزرگ تھے۔ اور نیکی کی ایسی قدرت رکھتے تھے۔ جو سخت سے سخت دلوں کو تسخیر کر لیتی تھی۔ وہ نہایت باخبر عالم بلند ہمت۔ مصلح اور پاک زندگی کا نمونہ تھے۔ ہم ان کو مذہباً مسیح موعود تو نہیں مانتے۔ لیکن ان کی ہدائیت اور رہنمائی مردہ روحوں کیلئے واقعی مسیحائی تھی۔

(تہذیب)

(۷)

جو درجہ حضرت اقدس مرزا صاحب کو اپنے مریدوں میں حاصل تھا۔ اور جو اثر کہ حضرت اقدس کا اپنے مریدوں کی جماعت پر تھا۔ اس میں کچھ کلام نہیں۔ کہ ہندوستان کے مسلمانوں میں نہ یہ اثر کسی مولوی اور نہ عالم و فاضل کو اپنے مریدوں پر تھا۔ اور نہ کسی صوفی اور ولی اللہ کا اپنے مریدوں پر تھا۔ اور نہ کسی لیڈر اور نہ کسی ریفارمر کا اپنے مقلدین پر۔

(البشیر اٹاوہ)

(باقی دیکھو صفحہ ۱۲ پر)

وصایا

نمبر ۵۰۴۸

منکہ حافظ شفیق احمدؐ نجیب آبادی ولد حافظ محمدؐ ابراہیم قوم شیخ پیشہ ملازمت عمر ۴۶ سال بیعت فروری ۲۹ء ساکن قادیان ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۴-۵-۳۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد اس وقت کوئی نہیں۔ اس وقت میری ماہوار آمد بیس روپیہ ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ میرے مرنے کے وقت میری جس قدر جائیداد ثابت ہو۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

العبد۔ حافظ شفیق احمدؐ محلہ دارالعلوم قادیان
گواہ شد:۔ محمدؐ طفیل خاں پریذیڈنٹ محلہ دارالعلوم قادیان
گواہ شد۔ عبدالرحمٰن مولوی فاضل مدرس مدرسہ احمدیہ محلہ دارالفضل۔

نمبر ۵۰۴۹

منکہ سعید احمدؐ فاروقی۔ ولد منشی محمدؐ حسین صاحب فاروقی مرحوم قوم قریشی فاروقی۔ پیشہ وقف زندگی عمر ۴۲ سال۔ پیدائشی احمدی ساکن قادیان۔ ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج ۳-۵-۳۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ اس وقت میری جائیداد کوئی نہیں۔ میرا گزارہ ماہوار الاؤنس پر ہے جو کہ مبلغ پندرہ روپے دفتر تحریک جدید سے ملتے ہیں۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ ترقی کی صورت میں اسی حساب سے ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا اگر میرے مرنے کے بعد اس کے علاوہ منقولہ یا غیر منقولہ جائیداد ثابت ہو۔ تو انجمن مذکور کو حق ہوگا۔ کہ اس کا بھی ۱/۱۰ حصہ وضع کرے۔

العبد:۔ سعید احمدؐ فاروقی محرر مالی دفتر تحریک جدید
گواہ شد:۔ عبدالواحد ٹیوٹر بورڈنگ تحریک جدید۔
گواہ شد:۔ مرزا محمدؐ یعقوب وائس پریذیڈنٹ حلقہ مسجد مبارک۔

نمبر ۵۰۵۰

منکہ مرزا محمدؐ یعقوب ولد مرزا محمدؐ اشرف صاحب۔ قوم مغل برلاس۔ پیشہ وقف زندگی عمر ۲۳ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان۔ ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۳-۵-۳۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد اس وقت کوئی نہیں۔ اسوقت میری ماہوار آمد ۲۵ ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا میرے مرنے کے وقت میرا جس قدر متروکہ ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

العبد:۔ مرزا محمدؐ یعقوب وائس پریذیڈنٹ حلقہ مسجد مبارک

گواہ شد۔ محمدؐ اشرف والد موصی سابق محاسب صدر انجمن احمدیہ قادیان۔
گواہ شد:۔ ذوالفقار علی خاں ناظم تجارت تحریک جدید

نمبر ۴۹۱۸

منکہ رابعہ بیگم زوجہ محمدؐ رمضان صاحب قوم ارائیں عمر ۲۵ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان دارالسعت۔ ضلع گورداسپور۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۸-۱۱-۳۷ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔

اس وقت میری جائیداد میرا حق مہر جو مبلغ ایک سو روپیہ ہے۔ جو تاحال بذمہ خاوند قابل ادا ہے۔ اور ایک سو روپیہ جو میں نے اپنے خاوند کو قرض دیا ہے۔ جو بذمہ خاوند قابل ادا ہے۔ میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اس کے علاوہ میری کوئی جائیداد نہیں۔ اور نہ ہی کوئی آمد ہے۔ لیکن اگر میری وفات کے وقت میری کوئی اور جائیداد ثابت ہو یا پیدا ہو۔ تو اس کے ۱/۱۰ حصے کی بھی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتی ہوں۔ اور صدر انجمن احمدیہ اس کی بھی مالک ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائیداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کر لوں تو ایسی رقم یا ایسی جائیداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جائے گی۔

العبد:۔ نشان انگوٹھا رابعہ موصیہ۔
گواہ شد:۔ محمدؐ رمضان خاوند موصیہ۔
گواہ شد:۔ نشان انگوٹھا عمر دین حجام۔

نمبر ۴۷۶۲

منکہ چراغ الدین ولد میاں الٰہی بخش صاحب قوم راجپوت پیشہ تجارت عمر ۴۲ سال۔ تاریخ بیعت سال ۱۹۰۶ء ساکن محلہ دارالسعتہ قادیان۔ ڈاکخانہ خاص۔ تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۵ جنوری ۱۹۳۸ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

میری اسوقت حسب ذیل جائیداد ہے۔ اور ایک مکان پختہ بر مشتمل دو کوٹھریاں ایک برانڈہ۔ ایک باورچی خانہ۔ جسکا کل رقبہ بمع صحن سوا آٹھ مرلہ ہے۔ محلہ دارالسعتہ قادیان میں واقعہ ہے۔ اور جس کی مالیت اندازاً ایک ہزار روپیہ ہے میرا گذارہ ماہوار آمد پر ہے۔ جو کہ اسوقت اوسطاً پندرہ روپیہ ماہوار ہے۔ میں تازیست اپنی آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ اور یہ بھی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتا ہوں۔ کہ میری جائیداد بوقت وفات جو ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اور اگر میں کوئی روپیہ اس جائیداد کی قیمت کے طور پر داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کی مد میں کروں۔ تو اس قدر روپیہ اس کی قیمت سے منہا کر دیا جائے گا۔ فقط

العبد:۔ چراغ الدین بقلم خود سکنہ محلہ دارالسعتہ قادیان
گواہ شد:۔ سبحان علی کاتب سکنہ محلہ دارالسعتہ قادیان بقلم خود

گواہ شد:۔ رمضان علی ساکن محلہ دارالسعتہ قادیان دارالامان بقلم خود

نمبر ۵۰۵۳

منکہ خورشید بی بی زوجہ عبداللہ ایس۔ وی جوڑہ کرنانہ۔ قوم راجپوت (جنجوعہ) پیشہ ملازمت عمر تقریباً ۲۷ سال پیدائشی احمدی۔ ساکن آڑہ۔ تحصیل کھاریاں ضلع گجرات۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۳-۵-۳۸ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں

میری جائیداد اس وقت تین صد روپیہ حق مہر ہے جس میں زیورات بھی شامل ہیں۔ جو کہ تقریباً ۱۵۰ روپیہ کی مالیت کے ہیں۔ بقایا ڈیڑھ صد نقد اپنے خاوند کی تحویل میں رکھا ہے۔ جسے جب چاہوں لے سکتی ہوں۔ میں کل تین صد روپیہ کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ میری وفات کے بعد جو بھی جائیداد میرے حق میں ثابت ہوگی اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔

العبد:۔ خورشید بی بی بقلم خود۔
گواہ شد:۔ عبداللہ خاوند موصیہ۔
گواہ شد:۔ حافظ محمدؐ اکبر سیکرٹری تبلیغ جماعت احمدیہ جوڑہ کرنانہ۔

نمبر ۵۰۵۲

منکہ عبداللہ ولد مولوی محمدؐ دین احمدی مرحوم امام جماعت احمدیہ آڑہ قوم راجپوت جنجوعہ۔ پیشہ ملازمت عمر تخمیناً ۳۵ سال پیدائشی احمدی ساکن آڑہ تحصیل کھاریاں ضلع گجرات۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۳-۵-۳۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

میری جائیداد اسوقت ایک قطعہ زمین ۱/۱۰ یک کنال واقعہ محلہ دارالعلوم قادیان جو ساڑھے چار سو روپیہ سے خرید کیا ہے۔ میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ میری موت کے بعد اگر اس کے علاوہ کوئی اور جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ ثابت ہو۔ تو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ میرا گذارہ ماہوار آمد پر ہے۔ جو کہ ۳۴ روپے ماہوار بصورت تنخواہ ملتی ہے۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بھی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ میں انشاء اللہ منظوری وصیت پر ۱/۱۰ حصہ ماہوار صدر انجمن احمدیہ کو دیتا رہوں گا۔

العبد:۔ عبداللہ بقلم خود۔ گواہ شد:۔ سردار علی جمعدار پنشنر جوڑہ کرنانہ گواہ شد:۔ حافظ محمدؐ اکبر بقلم خود سیکرٹری تبلیغ جماعت احمدیہ جوڑہ کرنانہ۔